اَلْفُتُوحَاتُ الرَّبَّانِیَّۃِ فِیْ تَفْضِیْلِ الطَّرِیْقَۃِ الشَّاذِلِیَّۃِ

الاستاذ، ولی نعمت، عارف ربانی، شیخ الشیوخ، امام اہل تمکین ورسوخ، سیدی

محمد بن محمد بن مسعود بن عبد الرحمن ابن عقبۃ المدغری

الحاجی الفاسی الشاذلی رحمۃ اللہ علیہ

آفتاب قادریت، ماہتاب رضویت، وارث برکات اصحاب شاذلیہ، قاسم انوار طریقہ شاذلیہ،

پیر طریقت، رہبر شریعت، واقف رموز واسرار حقیقت، استاذ العلماء

شیخ الحدیث فقیہ العصر ڈاکٹر مفتی ابوبکر صدیق قادری شاذلی رضوی صاحب مدظلہ العالی

عالمی حلقہ قادریہ شاذلیہ رضویہ

امتیازاتِ شاذلیہ

ترجمہ

الفتوحات الرّبّانيّة في تفضيل الطريقة الشاذلية

تالیف لطیف:

الاستاذ، ولیٔ نعمت، عارفِ ربانی، ھیکلِ صمدانی، شیخ الشیوخ، امام اہل تمکین ورسوخ،

سیّدی **محمد بن محمد بن مسعود بن عبد الرحمٰن ابن عقبة** المدغری الحاجی الفاسی الشاذلی

مترجم:

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث والتفسیر، فقیہ العصر،

ڈاکٹر مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی الرضوی

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: امتیازاتِ شاذلیہ

تالیف: محمد بن محمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن ابن عقبۃ المدغری

مترجم: ڈاکٹر مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی الرضوی

عددِ صفحات: ۱۶۰

سائز: 23×36

ناشر: سلسلۂ قادریہ شاذلیہ رضویہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمين والصلوة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

ولی کبیر، غوث زمانہ سیدی محمد بن محمد بن محمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابِ مستطاب بنام "الفیوضات الربانیة في تفضيل الطريقة الشاذلية" کا تذکرہ بعض کتب میں نظر سے گزرا تھا، پھر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ کتاب میسر آگئی۔ راقم الحروف نے اس کا بغور مطالعہ کیا تو سلسلہ شاذلیہ کے تعارف میں بہت مفید پایا، دل میں خیال آیا کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں کر دیا جائے؛ تاکہ اردو خواں طبقہ بھی سلسلہ شاذلیہ سے متعارف ہو، اور ان دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے فرصت بھی میسر تھی، تو فقیر نے موقع غنیمت جان کر اسے اردو زبان میں بنام "امتیازات شاذلیہ" منتقل کر دیا۔

اصولی اعتبار سے مترجم کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اصلِ کتاب میں اپنی طرف سے کمی بیشی کرے، لہذا جہاں ضرورت محسوس کی اپنے نظریہ کے مطابق وضاحتی نوٹ حاشیہ کی صورت میں لکھ دیئے، اور مزید یہ کہ غوثیت کبریٰ کے حوالے سے راقم کا وہی نظریہ ہے، جو امام اہل سنت مجدد دین ملت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے، اور اس حوالے سے راقم نے علامہ عبدالقادر مغیزل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "الکواکب الظاهرة" کی عبارت بطورِ وضاحت حاشیہ میں بھی نقل کر دی ہے۔

آیات واحادیث کی تخریج، ترتیب اور فہرست کو مرتب کرنے کی خدمت سلسلۂ شاذلیہ کی تحقیقی ٹیم نے کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلفِ کتاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جزاء خیر عطا فرمائے، اور سلسلۂ شاذلیہ کے فیض کو عام فرمائے۔ آمین

خادم سلسلۂ قادریہ شاذلیہ رضویہ

محمد ابوبکر صدیق قادری شاذلی رضوی عفی عنہ

تعارف امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ

سلسلۂ نسب:

سیّد اجل، عارفِ ربانی، وارثِ محمدی، صاحبِ اشارات علمیہ وعبارات سعید، محقّق حقائق قدسیہ ومنور بانوار محمدیہ، متّصف بعزائمِ عرشیہ ومنازلاتِ حقیقیہ، اپنے زمانے کے عارفین کے علم بردار، کہف قلوب سالکین، قبلۂ ہممِ مریدین، زمزمِ اسرارِ واصلین، جلاء قلوب غافلین، طریقت کے چھپے نشانوں کو ظاہر کرنے والے، گم کردہ علومِ حقائق کے انوار کو شروع کرنے، عرفانِ الٰہی کی پوشیدہ نشانیوں کو ظاہر کرنے والے، علم و بصیرت کی بنیاد پر در بارالٰہی میں پہنچانے والے، علم و حال، معرفت ومقال، میں یکتائے زمانہ، شریف و حسیب، دو پاکیزو نسبتوں والے، قطبِ کبیر، غوثِ شہیر، مربیِّ کامل، مرشدِ اکمل، طریقۂ قادریہ شاذلیہ کے شیخ وامام، محمدی، علوی، حسنی و فاطمی، سیّدی ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا سلسلۂ نسب سیّدنا عبداللہ بن حسن مثنٰی کے واسطے سے جنتی جوانوں کے سردار، سبطِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واسطے سے شہنشاہ ولایت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدۂ نساء العالمین، خاتونِ جنت، جگر گوشۂ رسول فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جاملتا ہے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۵۹ ھ میں غمارہ میں ساکن قبیلہ اخماس میں پیدا ہوئے، اپنے آبائی شہر ہی میں حفظِ قرآن کیا، اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر شہر فاس کے علماءِ کبار کی صحبت میں رہ کر علم حاصل کیا، یہاں تک کہ آپ کا شمار فاس کے کبار علماء میں کیا جانے

لگا، علومِ ظاہری میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس میں مناظرے کی استعداد کاملہ رکھتے تھے، پھر آپ کا دل اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مائل ہوا، آپ نے زہد اختیار فرمایا اور خوب ریاضت و مجاہد فرمایا کہ صیام و قیام، ذکر و تلاوت آپ کی عادت ہوگئی، لوگوں سے منقطع ہوکر خلوت گزیں ہوگئے، ابتداء امر میں آپ نے فاس میں اللہ کے ایک ولی محمد بن حرازم بن علی بن حازم رحمۃ اللہ علیہم سے تبرکاً بیعت کی، آپ کے دل میں اپنے زمانے کے قطب سے بیعت کی خواہش تھی، اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے آپ نے مختلف مقامات کی سیاحت فرمائی، حتیٰ کہ بغداد شریف کے اطراف میں آپ کی ملاقات عارف باللہ ابوالفتح واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہوئی، انہوں نے فرمایا کہ آپ بغداد میں قطب تلاش کر رہے ہیں، حالانکہ وہ تو آپ کے ملک میں ہیں، آپ وہاں سے مغرب کی طرف لوٹے، وہاں آپ کو ایک ولی شیخ عبدالسلام ابن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے بتایا گیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ولی ایک پہاڑ پر قیام پذیر تھے، مَیں نے پہاڑ کے دامن میں وضو کیا اور اپنا علم و عمل وہیں چھوڑ کر اس اللہ کے ولی کی زیارت کے لیے اوپر چڑھا، جیسے ہی اللہ کے اس ولی سے سامنا ہوا، انھوں نے میرے سلام کے جواب میں میرا اپورا شجرۂ نسب بیان فرمادیا، مجھے حیرت ہوئی، اس کے بعد انھوں نے فرمایا کہ اپنا علم و عمل نیچے ہی چھوڑ آئے ہو، ان کے اس قول سے میرے دل میں دہشت چھاگئی، اس کے بعد آپ اس قطبِ وقت شیخ عبدالسلام بن مشیش کی صحبت میں رہنے لگے، انھوں نے آپ کی تربیت فرمائی، اور اتنے علوم عطا فرمائے کہ جس کا احاطہ ناممکن تھا، اور آپ کو رخصت کرتے وقت آئندہ کے تمام حالات سے باخبر کیا، اور بتایا کہ آپ اللہ کی راہ میں ستائے جائیں گے، وہاں سے رخصت ہوکر آپ تیونس کے

راستے میں واقع دیار شرقیہ کی طرف تشریف لے آئے، اور شاذلہ کے مقام پر سکونت پذیر ہوئے ، بعد میں آپ الہامِ الٰہی عزّوجلّ سے اس نسبت سے مشہور ہوئے ، امام ابن عطاء اللہ الاسکندری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے "لطائف منن" میں وضاحت فرمائی کہ آپ کے نام کے ساتھ "شاذلی" کی نسبت اس لیے ہے کہ ایک مرتبہ بطریقِ الہام آپ کو "شاذلی" کہا گیا۔ آپ نے خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ مالک میں اس علاقے میں نہ تو پیدا ہوا اور نہ ہی یہاں مستقل ہوں، تو آپ سے فرمایا کہ آپ "شاذلی" اس قریہ کی نسبت کی وجہ سے نہیں بلکہ "أنت الشاذلي" ہیں، یعنی آپ خاص میرے لیے ہیں۔

بہر حال جب آپ کا امر ظاہر ہوا اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شہرت بلادِ مغرب میں دور ونزدیک ہوگئی، اور آپ لوگوں میں عارف باللہ کی حیثیت سے معروف ہوئے اور مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، تو آپ کے معاصرین میں سے دنیا کے طلبگار آپ سے حسد کرنے لگے، اور انھیں خیال ہوا کہ کہیں یہ عوام الناس کو ہمارے خلاف بھڑکا کر ہمیں ہمارے مناصب سے محروم نہ کردیں؛ لہٰذا ان لوگوں نے آپ کی سخت مخالفت شروع کردی، آپ پر طرح طرح کے جھوٹے الزامات لگائے، اور لوگوں کو یہ کہہ کر آپ کی مجلس میں بیٹھنے سے منع کردیا کہ یہ (معاذ اللہ) زندیق ہیں، جب یہاں آپ پر زمین تنگ کردی گئی، تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نبیٔ کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی سنتِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے مصر کی طرف روانہ ہوگئے، مگر حاسدین نے آپ کے مصر پہنچنے سے پہلے ہی سلطانِ مصر کو الزامات بھرے خطوط روانہ کردیئے، جن کا لب لباب یہ تھا کہ آپ کے یہاں مغرب سے ایک زندیق آرہا ہے، جسے ہم نے اپنے شہر سے اس لیے نکال دیا ہے کہ اس نے لوگوں کے عقائد میں فساد برپا کردیا ہے، خبردار اس سے بچو، کہیں اپنی شیریں زبانی سے

آپ لوگوں کو دھوکے میں نہ ڈال دے، یہ شخص رؤسائے ملحدین میں سے ہے اور جنات سے کام کرواتا ہے۔ چنانچہ شیخ کے اسکندریہ پہنچنے سے پہلے ہی حاسدین کی پھیلائی ہوئی افواہیں پہنچ چکی تھیں، آپ نے اِس تمام صورتِ حال پر صرف اتنا فرمایا کہ "حسبنا الله ونعم الوكيل "یعنی اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین مدد گار ہے۔

اہل اسکندریہ بھی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایذاء دینے میں حد سے تجاوز کر گئے، پھر آپ کی شکایت سلطان مصر سے کر دی، اور آپ کے خلاف ایسی تحریریں پیش کیں کہ جن سے آپ کا خون مباح ہو جائے، اس صورت حال میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا ہاتھ سلطانِ مغرب کی جانب بڑھا کر وہ تحریر حاصل کی جو اس کے برعکس تھیں، سلطانِ مصر متحیر ہو کر کہنے لگا کہ اس تحریر پر عمل کرنا اولی ہے، پھر اس نے آپ کو نہایت تعظیم سے اسکندریہ بھیج دیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منصورہ کے مقام پر صلیبی جنگوں میں بھی شرکت فرمائی، جس موقع پر آپ نے شرکت فرمائی اس جنگ میں فرانس کا صدر لوئیس نہم گرفتار ہوا، لوئیس اور اس کے ساتھیوں کو ابن لقمان شاذلی کے گھر میں قید رکھا گیا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقام:

شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سیّدی ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ قیروان میں تھا، اور یہ ماہ رمضان المبارک کی ستائیسویں کی شب جمعہ تھی، شیخ جامع مسجد تشریف لے گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا، جب شیخ جامع میں داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ اولیائے کرام آپ پر اس طرح گر رہے تھے کہ جس طرح شہد پر مکھیاں گرتی ہیں، جب صبح ہونے پر ہم جامع مسجد سے نکلے تو شیخ نے فرمایا کہ گزشتہ رات ایک عظیم رات تھی اور وہ لیلۃ القدر تھی، میں نے سرکار دوعالم

-صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم- کی زیارت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اے علی! اپنے کپڑوں کو میل سے پاک کرو تو تم ہر سانس میں اللہ کی عنایت پاؤ گے"، میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے کپڑے کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ نے تمھیں پانچ خلعتیں پہنائی ہیں، (۱) خلعتِ محبت (۲) خلعتِ معرفت (۳) خلعتِ توحید (۴) خلعتِ ایمان (۵) خلعتِ اسلام"۔

چنانچہ جو کوئی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس کے لیے ہر چیز آسان ہو جاتی ہے، جو اللہ کو پہچان لے اس کے لیے ہر چیز حقیر ہو جاتی ہے، جو اللہ کو واحد مان لے وہ اس کے ساتھ شرک نہیں کرتا، جو اللہ پر ایمان لے آئے وہ ہر شے سے امن میں آجاتا ہے، اور جو کوئی اللہ کی اطاعت کرے تو وہ بہت کم گناہ کرتا ہے، اور گناہ کر لے تو اس کی بارگاہ میں معذرت کر لیتا ہے، اور جو کوئی اللہ سے معذرت طلب کرتا ہے اس کا عذر قبول کر لیا جاتا ہے، چنانچہ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ کے کا معنی سمجھ لیا۔

شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ملکوت الٰہی کی سیر کی تو حضرت ابو مدین غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ساق عرش سے چمٹا ہوا پایا، وہ سرخ رنگت اور نیلی آنکھوں والے تھے، میں نے ان سے عرض کی: آپ کے علوم و مقام کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے اکہتر (۷۱) علوم ہیں، اور میرا مقام چوتھے خلیفہ کا ہے، اور سات ابدالوں کے سردار کا مقام ہے، پھر میں نے عرض کی کہ آپ میرے شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ وہ مجھ سے چالیس علوم میں زائد ہیں، اور وہ ایسے سمندر ہیں کہ جس کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "طبقاتِ کبریٰ" میں لکھا کہ جب کسی نے امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ یا سیّدی آپ کا شیخ کون ہے؟ ارشاد فرمایا: پہلے میں شیخ عبدالسلام ابن مشیش کی جانب نسبت کرتا تھا، اور اب میں کسی کی جانب نسبت نہیں کرتا، بلکہ دس سمندروں میں غواصی کرتا ہوں، پانچ سمندر انسانوں کے ہیں، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیّدنا ابوبکر، سیّدنا عمر، سیّدنا عثمان اور سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اور پانچ سمندر روحانیین کے ہیں: سیّدنا جبریل، سیّدنا میکائیل، سیّدنا اسرائیل، سیّدنا عزرائیل اور روح اکبر علیہم السلام۔

امام ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ ہمیں آپ کے فرزند سیّدنا و مولانا امام عارف باللہ شہاب الدین نے خبر دی کہ شیخ ابوالحسن نے اپنے وصال کے وقت فرمایا کہ "اللہ کی قسم میں اس طریقہ میں ایسی چیز لایا ہوں جو اب تک کوئی نہیں لایا"۔

شیخ احمد بن محمد بن عیاد شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "المفاخر العلیۃ" میں لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اگر میری زبان پر شریعت کی لگام نہ ہوتی، تو مَیں تمہیں کل اور پرسوں بلکہ قیامت تک ہونے والے امور کی خبر دے دیتا"۔ اسی کتاب میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ مجھے تا حد نگاہ دفتر (رجسٹر) دیا گیا، جس میں میرے مریدین، میرے مریدوں کے مریدین جو قیامت تک ہونگے، سب کے نام ہیں، اور وہ سب آگ سے آزاد ہیں، اس میں مزید یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے ہیں: "اللہ کی قسم اگر پلک جھپکنے کی مقدار بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے چھپ جائیں، تو میں خود کو مسلمان نہ شمار نہ کروں"۔

کرامات:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات کثیر ہیں، بلکہ جو لوگ آپ کے احزاب اور درودِ تاج پڑھتے ہیں وہ بھی باکرامات ہو جاتے ہیں، درج ذیل سطور میں دو کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) امام ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "لطائف المنن" میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتداء میں نماز ادا کی، دورانِ نماز شیخ نے جو آیات تلاوت کیں ان کی ایک تفسیر میرے ذہن میں آئی، نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے مجھے بتایا کہ فلاں آیت کی فلاں تفسیر آپ کے ذہن میں آئی تھی، میں حیران ہو کر کہنے لگا کہ میرے دل کی بات آپ جانتے ہیں؟ شیخ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کئی لوگوں کے ساتھ اپنے شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہا تھا، میرے ذہن میں آیت کی ایک تفسیر آئی، بعد نماز نے مجھے اس کے بارے میں خبر دی، تو میں نے حیران ہو کر وہی بات کہی جو آپ نے مجھ سے کہی، شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اے ابوالعباس تم مجھ سے تمام نمازیوں کے دل کے احوال معلوم کر سکتے ہو"۔

(۲) سابق مفتی جامعۃ الازہر الدکتور عبدالحلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مدرسہ شاذلیہ" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلطانِ مصر کے خزانچی پر خزانے سے مال چوری کرنے کا الزام لگا، اس کے قتل کے احکام صادر ہو گئے، وہ بھاگ کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پناہ میں آگیا اور توبہ کر کے نیکی کی زندگی گزارنے لگا۔ بادشاہ کے سپاہی اسے ڈھونڈتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مجلس تک آ گئے اور اسے طلب کرنے لگے، آپ نے فرمایا: "اسے چھوڑ دو وہ تائب ہو چکا ہے"، مگر وہ لوگ نہ مانے، بالآخر آپ کے سمجھانے پر وہ کہنے لگے، اچھا وہ ہمارا سونا نہیں دیدے تو ہم اسے چھوڑ دیں گے، اس شخص نے عرض کی کہ حضور

میرے پاس سونا نہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سونے کا وزن معلوم کر کے اپنے مریدین سے اس قدر تانبا منگوایا، تانبا لا کر آپ کی خدمت میں ایک بڑے ڈھیر کی صورت میں رکھ دیا گیا، پھر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ جاؤ اس تانبے پر پیشاب کر دو، اس نے ایسا ہی کیا، تو سارا تانبا سونے میں تبدیل ہو گیا، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سپاہیوں سے فرمایا کہ آؤ اپنا سونا لے جاؤ، سپاہی سونا لے کر رخصت ہو گئے۔

آپ کے معاصرین مریدین :

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے معاصرین میں سے علماء و فقہاء کی ایک بڑی تعداد آپ کے عقیدت مندوں میں شامل تھی، جو باقاعدہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے درس میں حاضر ہوتے اور آپ سے تربیت لیتے تھے، ان میں سے چند نام درج ذیل ہیں:

(۱) الاِمام ابن الحاجب المالکی

آپ کا نام عثمان بن عمر ہے، قاہرہ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں سکونت پذیر ہوئے، اور ۶۴۶ھ میں اسکندریہ میں واصل بحق ہوئے۔

(۲) الاِمام العزّ بن عبد السلام

آپ کا لقب سلطان العلماء ہے، فقہ شافعی میں درجۂ اجتہاد پر فائز ہوئے، دمشق میں پیدا ہوئے، جب سیّدنا ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شہرت سنی تو حصولِ فیض کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کا وصال قاہرہ میں ہوا۔

(۳) الاِمام ابن دقیق العید

مذہب شافعی کے عظیم مفتی ہیں، جن کے بارے میں علماء نے فرمایا کہ ریاست فتویٰ انہیں پر ختم ہوتی ہے، آپ کا وصال قاہرہ میں ہوا اور آپ وہیں مدفون ہیں۔

(۴) الاِمام الحافظ عبدالعظیم المنذری

آپ مشہور کتاب "الترغیب والترھیب" کے مصنف ہیں، آپ قاہرہ میں محدثین کے سردار تھے، قاہرہ میں ۶۵۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(۵) الاِمام ابن الصلاح

آپ کا نام عثمان بن عبدالرحمن ہے، حدیث وتفسیر وفقہ کے متقدمین علماء میں سے ہیں، "مقدمہ ابن صلاح" آپ ہی کے علم کا شاہکار ہے۔

جن لوگوں نے باقاعدہ آپ کی صحبت میں راہ سلوک کو طے کیا وہ بے شمار ہیں، تمام اہلِ مصر کے قلوب آپ کے قدموں میں تھے، آپ کے ہاتھ پر چالیس صدیقین کی تربیت ہوئی، جن میں سے ایک سیّدی ابوالعباس المرسی قدّس سرّہٗ ہیں، آپ مقامات عالیہ پر فائز تھے، اللہ تعالٰی نے آپ کو حسن باطنی کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری سے بھی مالا مال فرمایا تھا، آپ وہ ہیں کہ جن پر قطب الاقطاب سیّدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو ناز تھا، اور شیخ الطریقہ فرمایا کرتے تھے کہ اے لوگوں تم ابوالعباس کی صحبت کو لازم کرلو، کہ ان کے پاس کھڑے ہو کر پیشاب کرنے والا دیہاتی آتا ہے، مگر جب وہ ان کے یہاں سے نکلتا ہے تو عارف باللہ ہو کر نکلتا ہے، شیخ ابوالعباس مری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا وصال ۶۸۶ھ میں ہوا۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں علماء کے اقوال:

امام ابن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شیخ مکین الدین اسمر سے روایت کی ہے کہ شیخ مکین الدین اسمر فرماتے ہیں کہ مَیں منصورہ میں ایک خیمہ میں حاضر ہوا کہ جس میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام، شیخ محی الدین بن سراقہ، شیخ محی الدین الاخیمی اور

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرماتھے اور وہاں "رسالہ قشیریہ" پڑھا جا رہا تھا، تمام علماء اس پر گفتگو کر رہے تھے اور شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خاموش بیٹھے تھے، شیخ اسمر نے عرض کی کہ یا سیّدی ہم آپ سے بھی کچھ سنا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ آپ وقت کے بڑے علماء ہو، اور آپ لوگ اس حوالے سے کلام کر چکے ہو، حاضرین نے عرض کی کہ حضور! ہم آپ سے بھی کچھ سننا چاہتے ہیں، شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کچھ دیر خاموش رہے، پھر جب آپ نے لب کشائی کی تو آپ کی زبان سے اسرار عجیبہ کے موتی جھڑنے اور علوم جلیلہ کے چشمہ بہنے لگے، چنانچہ آپ کا کلام سن کر شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے، اور خیمہ کے ایک کنارے کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ اے لوگوں اللہ سے اس قریب العہد کے کلام کو سنو۔ شیخ مکین اسمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ دیگر لوگ تو اللہ تعالی کے در تک بلاتے ہیں، مگر شیخ ابو الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں داخل کر دیتے ہیں۔

شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسرار کے وارث سیّدی ابوالعباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے صدیقین کے سردار کی صحبت اختیار کی اور ان سے ایسا راز لیا، جو ایک وقت میں ایک ہی کو مل سکتا ہے، اور میں خود کو انھیں کی طرف منسوب کرتا ہوں، اور میں انہیں پر نظر کرتا ہوں بلا شبہ وہ میرے آقا ابوالحسن شاذلی ہیں۔

امام تقی الدین بن دقیق العید فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بڑھ کر کوئی عارف باللہ نہیں دیکھا۔

شیخ ابو عبداللہ شاطبی فرماتے ہیں کہ میں ہر رات شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بناتا، اور ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی تمام

حاجات پیش کرتا تھا اور میری وہ دعائیں فوراً قبول ہو جاتیں، پس میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں ہر رات اپنی حاجات میں شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنا وسیلہ بناتا ہوں، کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: "ابوالحسن میرا حسی و معنوی بیٹا ہے، بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے، پس جو کوئی جزو کو پالے تو گویا اس نے کل کو پالیا، اور جب تم ابوالحسن کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتے ہو، تو بلا شبہ تم میرے ہی وسیلے سے دعا کرتے ہو۔

صاحب "قصیدہ بردہ" امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور سیّدنا امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کے طریقِ تصوف کی شان میں ایک طویل قصیدہ لکھا، جو کہ ایک سوانتالیس (۱۳۹) اشعار پر مشتمل ہے، اس کے چار اشعار درج ذیل سطور میں رقم کئے جاتے ہیں: ع

أمّا الإمام الشاذلي فطريقه   في الفضل واضحة لعين المهتدي

ترجمہ: ہدایت یافتہ کے لیے امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے طریقہ تصوف کی فضیلت واضح ہے۔

قطب الزمان وغوثه وإمامه   عين الوجود لسان سرّ الموجدي

آپ اپنے زمانے کے قطب و غوث اور امام ہیں، آپ وجود کی آنکھ اور سر وجدانی کی زبان ہیں۔

ساد الرجال فقصرت عن شآنه   همم المآرب للعلى والسؤدد

آپ نے مخلوق کی ایسی سیادت فرمائی کہ عقل کی ہمت آپ کے علو و سیادت کی شان کی حقیقت سے قاصر ہو گئی۔

فتلق ما يلقى إليك فنطقه نطق بروح القدس مؤيد

پس تو لے لے جو تجھے دیں، کہ ان کا بولنا روح قدس کی تائید سے مؤید ہے۔

وفات:

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال حج کے سفر کے دوران مصر کے صحرائے عیذاب کے ایک مقام حمیژہ میں ٦٥٦ھ ذیقعد کے مہینے میں ہوا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ اقدس آج تک اس مقام پر مرجع خلائق ہے۔

مؤلف کا تعارف

حضرت شیخ ابوالحسن بن محمد بن قاسم الکوھن الفاسی المغربی (المتوفّی ۱۳۴۷ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ تالیف المعروف بہ"طبقات الشاذلیة الكبرى" المسمیٰ "جامع الكرامات العلية في طبقات السادة الشاذلية" میں رقم طراز ہیں کہ شیخ سیدی محمد فاسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال کچھ اس طرح سے تھے کہ آپ متشرع، علوم ومعارفِ الٰہیہ سے متحقق، جمیع اخلاق وصفاتِ محمدیہ سے متخلق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کشف عطا فرمایا، اور ہیبت کے حلّوں سے ملبوس کیا، کرامت کا تاج پہنایا، اپنی نعمتوں کا منہ ان کے لیے کھول دیا، مرتبہ قطبانیت سے مشرف کیا، چنانچہ آپ صاحبانِ عرفان وولایت پر سبقت لے گئے، آپ نے شریعت وحقیقت کو جمع کیا، اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیا۔ اُن کا کشف اس قدر بڑھا کہ انہوں نے ملائکہ، پہاڑوں، پتھروں اور مٹی کے ڈھیلوں کی تسبیحات کو سنا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے شرف بڑھایا، روشن عالم میں ان کی شان کو بلند فرمایا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علومِ شریعت اتنے حاصل کئے کہ جنہیں بیان کرنے سے میرا یہ مقالہ عاجز ہے۔ اور جہاں تک اہلِ طریقت اور حقیقت کے علوم کا تعلق ہے، تو جو کچھ کہہ سکتا کہہ دے اور پرواہ نہ کر۔ اب ذرا دل لگا کر سن جو میں ان کے علوم شریعت وحقیقت کی تحصیل کے حوالے سے بیان کر رہا ہوں۔

قرآن پاک تو اپنے بچپن کے زمانے میں مغرب اقصیٰ ہی میں سیکھ لیا تھا۔

پھر امام دار ہجرت سیّدنا امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ من جملہ آپ کے اساتذہ میں سے شیخ علامہ، بحر فہامہ، عمدۃ المحققین، قاضی سیّدی ابوالعباس ابو سودہ بن مرۃ فاسی مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ہیں۔ قاضی ابوالعباس سے آپ نے فقہ کی کتاب "الخلیل" اور اس کی شرح "الخرشی"، شرح "عبدالباقی" پڑھی۔ اسی طرح شیخ علامہ، محدِّث ہمام، علماء اعلام کا واسطہ، شیخ الحدیث والتدریس، سیّدی عبدالسلام بردعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تفسیر، حدیث اور علم المصطلح حاصل کیا۔ شیخ عبدالسلام ان کے حافظہ، اطلاعِ علوم اور کشف پر بڑے حیران ہوا کرتے تھے۔ اور کتبِ سیر مثل "کلاعی"، "واقدی" اور "حریفیش"، اسی طرح کتب حدیث مثل "ترغیب و ترہیب" اور دیگر کتب حدیث استاد ہمام، عربی زرہونی مالکی مغربی فاسی سے پڑھیں۔ اسی طرح علم نحو، علم ادب اور معقولات اپنے زمانے کے ادیب سیّدی عبدالسلام بن موسیٰ اندلسی سے پڑھیں۔ "رسالہ قشیریہ" اور دیگر کتبِ تصوّف عالم فرید، سیّدی التھامی بن حمادی سے پڑھیں۔ مذکورہ بالا علماء شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اساتذہ ہیں۔ یہ سب اساتذہ شیخ محمد فاسی کی کثرتِ اطلاع، سرعت حفظ اور وقعتِ فہم پر حیران ہوا کرتے تھے؛ کیونکہ آپ عنایتِ الٰہیہ سے محفوظ کئے گئے تھے۔ پھر آپ عبادتِ الٰہیہ میں مشغول ہو گئے اور ان لوگوں میں شامل ہو گئے کہ جن کے بارے کہا جاتا ہے۔ شعر: ؏

رجال علی التحقیق لیس لغیرهم — من الملك إلّا اسمه وعقابه

ترجمہ: وہ تحقیق شدہ مرد ہیں، اور ان کے غیر کے لیے، ان کی بادشاہت میں سے صرف نام اور تلچھٹ ہی ہے۔

اور اس دوران آپ تلاوت قرآن، ذکرواذکار اور نمازیں اور دیگر عبادات کے علاوہ دن رات نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتے تھے، حتیٰ کہ ایک دن میں اکیس (۲۱) بار "دلائل الخیرات" شریف کا ختم کیا کرتے تھے۔ آپ بکثرت زندہ اولیاء اللہ اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے پاک دامن، اور ہر اس چیز سے نظر کو جھکا کر رکھتے تھے، جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو۔ پھر اللہ کے اولیاء میں سے ایک ولی نے آپ کو ولایت کی خوشخبری دی۔ ان کا نام شیخ سیّد احمد الغیران تھا۔ یہ بزرگ اہل تعریف واحوال میں سے تھے۔ کوئی ان سے بات کرنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ لیکن یہ بزرگ ہمارے ممدوح شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتے تھے تو حالت صحو میں ہوتے اور معانقہ کرتے۔ اور کہا کرتے کہ "سیّدی ابن عطاء اللہ کو خوش آمدید"[۱]۔ یہ بزرگ جب جب ملاقات کرتے یہ ہی کہا کرتے تھے۔ یہاںتک کہ اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد فاسی کو ان کے ہونے والے مرشد، قطب دائرہ ومدد، استاد اعظم، سیّدی شیخ محمد بن حمزہ ظافر المدنی قدس سرہ سے ملا دیا۔ پھر آپ اپنے شیخ کے انوارِ ذاتیہ، معارفِ جبروتیہ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔ تقریبًا اٹھارہ ۱۸ سال آپ ان انوار سے اپنی روح کو سیراب کرتے رہے۔ شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مرشد کی حیاتِ طیبہ میں مریدین کی تربیت کرتے رہے، یہاںتک کہ آپ ولایت

---

(۱) یعنی یہ مجذوب بزرگ سیّدی محمد فاسی کو شاذلی سلسلہ کے عظیم بزرگ مفتی شریعت وطریقت، بحر حقیقت، سیدی احمد بن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے تشبیہ دیتے تھے۔

کبریٰ سے متحقق ہو گئے۔ پھر آپ کے شیخ نے آپ کو ارشاد اور حقیقت کے راز کے اظہار کا اذن دیا۔ پھر آپ نے بلدِ امین مکۂ معظّمہ میں طریقت کو عام کیا، اور آپ سے اہلِ مشرق و مغرب نے استفادہ کیا۔

آپ کی کرامات اس کثرت سے ہیں کہ انہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ ابتدائی زمانہ میں جب آپ نے اللہ عزّوجلّ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے تجرد اختیار کیا، دنیا کو پیٹھ پیچھے چھوڑا، اپنے ہی ہم جنس لوگوں سے دور رہنے لگے، اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں دیوانہ ہو گئے، اس وقت آپ دیگر متجردین کے لیے لکڑیاں چن کر لاتے تھے، اور ان کی خدمت کرتے، اور انہیں خوش رکھتے تھے۔ آپ اپنے احباب کے ساتھ کثرت سے سیاحت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چار ۴ چوروں نے آپ کو گھیر لیا۔ وہ آپ کو لوٹنا چاہتے تھے۔ آپ نے صرف ہاتھ سے ان کی طرف اشارہ کیا، تو اللہ نے ان سب کو اندھا کر دیا۔ اور وہ کہنے لگے کہ وہ کہاں گیا؟ وہ ابھی تو ہمارے ساتھ تھا؟ حالانکہ آپ وہیں تھے، اور انہیں دیکھ رہے تھے اور سن بھی رہے تھے۔

انہیں خرقِ عادات میں سے ایک یہ بھی کہ ایک مرتبہ دورانِ سیاحت آپ کو شدید تھکن اور مشقت ہوئی، حتیٰ کہ آپ کے قدموں پر ورم آ گیا۔ پھر اچانک آپ کے دل میں اپنے مرشد کے بارے میں ایسا خیال پیدا ہوا، جو مرشد کے حق میں درست نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے ارادہ کیا کہ مکۂ معظّمہ جا کر کسی شیخِ کامل کو تلاش کروں گا۔ اسی رات آپ خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور دیکھا کہ حق تعالیٰ نے ان کے بارے میں پٹائی کا حکم دیا۔ پھر انہیں ادب سکھانے کے لیے دو ۲ ڈنڈے مارے گئے۔ آپ نے عرض کی: الٰہی! میں نے تیری بارگاہ میں توبہ کی۔ تو حق تعالیٰ

نے حکم دیا کہ انھیں کھول دو۔ پھر حق تعالیٰ نے انہیں اپنے سامنے کھڑا کیا، اور فرمایا کہ مجھ سے مانگو۔ تو شیخ نے عرض کی کہ الٰہی تجھ سے عصمت کا سوال ہے۔ جواباً ارشاد فرمایا کہ تمھیں عصمت نہیں دی جا سکتی؛ کیونکہ یہ صرف انبیاء کے لیے ہے۔ پھر شیخ نے عرض کی کہ الٰہی مجھے حفاظت عطا فرما دے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں تمھارے لیے حفاظت ہے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیند سے بیدار ہو گئے۔ اس کے بعد سے آپ پر معارفِ الٰہیہ کا ورود تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "قصیدۂ عینیہ" لکھا جس کے ستر (۷۰) اشعار ہیں، جن میں کچھ اشعار یہ ہیں۔ ؏

شربتُ شرابَ السرِّ من خمرةِ الصَّفا فسُكري بها حقًّا وما لي منازعُ

ترجمہ: میں نے راز کی مے صفا کے پردے سے پی لی ہے۔ پس میرا مخمور ہونا بجا ہے، اور کوئی اس معاملے میں میرا فریق نہیں ہے۔

سقاني ساقيها الحبيبُ فلم أرَ سواه على الإطلاقِ في الكون لامعُ

ترجمہ: اس مے کے پیارے ساقی نے مجھے پلائی ہے، پس میں کائنات میں مطلقاً صرف اسی کی تجلی دیکھتا ہوں۔

ولا خطرتْ لي في سواه معيةٌ فمهما رأيتُ الخلق ما أنا جازعُ

ترجمہ: میرے دل میں اس کی معیت کے سوا کسی کا گمان بھی نہیں ہوتا، پس جب میں مخلوق کو دیکھتا ہوں، تو مجھے بے چینی نہیں ہوتی۔

وأبصرتُ ما فوق البرية والثرى كذا العرش والكرسي لحكمي طائعُ

ترجمہ: مخلوقات اور زمین سے اوپر، اسی طرح عرش وکرسی بھی، میں نے دیکھا کہ سب میرے حکم کے فرمانبردار ہیں۔

فصرتُ أنا السَّاقي لمن جاء عاطشًا　　مُغيثًا لمن ناداني في الكلِّ شافعُ

ترجمہ: پس میں ہر آنے والے پیاسے کا ساقی ہو گیا، اور مجھے پکارنے والے کا مدد گار، اور ہر ایک کی شفارش کرنے والا ہو گیا۔

أنا الشِّربُ والمشروبُ والقدحُ الذي　　يكونُ لأهلِ الشِّرب فيه الودائعُ

ترجمہ: میں وہ سیرابی، مشروب اور جام ہوں کہ جس میں پینے والوں کے لیے بہت نعمتیں ہیں۔

أنا النور والأنوار والسِّرُّ والخفا　　أنا الشمسُ والأقمارُ من نوري ساطعُ

ترجمہ: میں ہی نور اور انوار، راز وخفا ہوں۔ میں سورج ہوں اور سارے چاند میرے نور سے روشن ہیں۔

فيا أيُّها الملهوفُ إنْ كنتَ ظامئًا　　فنادي بنا يا فاسي آتِ، أُسارعُ

ترجمہ: چنانچہ اے مدد کے طلب گار! اگر تو شدید پیاسا ہے تو ہمیں "یافاسی" کہہ کر پکار میں فوراً تیری مدد کو آجاؤنگا۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ دورانِ سیاحت آپ طرابلس کے کسی علاقے میں ٹھہرے۔ اس علاقے کے لوگ آپ کے گرد جمع ہو کر رونے اور چلانے لگے، اور اپنے علاقے کے والی کے خلاف مدد طلب کرنے لگے۔ اور شیخ کو اس کے ظلم وجور کی شکایت کرنے لگے۔ شیخ قدس سرہٗ بھی ان کے ساتھ مل

کر رونے لگے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! یہ شخص تم پر ایک ماہ سے زیادہ والی نہیں رہے گا، معزول کر دیا جائیگا یا مر جائیگا"۔ چنانچہ آپ کے اس فرمان کے بعد تین دن میں وہ معزول ہو گیا، اور پھر اپنے بُرے کرتوت کی وجہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسرار میں سے ایک سر کے بارے میں ہمارے بھائی سیّدی استاد احمد حضراوی نے آگاہ کیا کہ ایک مرتبہ دورانِ سیاحت میں شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھا۔ ایک رات میں شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے دیکھا کہ تجلی کے انوار کا سورج ان پر روشن تھا۔ اور شیخ مکالمہ ذاتی میں بالیقین مشغول تھے۔ اچانک میرے لیے بھی قبولیت اور وصول کی شعاع روشن ہوئی۔ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے احمد! میرے قریب آؤ اور میری بات لکھو، اور جو میں کہوں اسے سنو۔ مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حکم آیا ہے کہ میں کہوں کہ "میرا یہ قدم ہر زندہ ولی کی گردن پر ہے"۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید ارشاد فرمایا کہ جب میں نے یہ بات کہی تو اس وقت میں اولیاء کے دیوان میں تھا۔ ایک ولی نے ارادہ کیا کہ یہ مقالہ وہ خود کہہ دے۔ تو میں نے اس سے کہا کہ اللہ کی عزت و عظمت کی قسم! اگر تم نے یہ بات کہی، تو میں تمھیں اولیاء کے دیوان اور دائرے سے نکال دونگا۔ اور تمھاری ولایت سلب کر لونگا۔ چنانچہ وہ شخص خاموش ہو گیا، اور یہ بات اس نے نہ کہی۔

عارفین نے اس حوالے سے کئی قصائد کہے ہیں ۔ بہر حال شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خلافتِ معنوی کے درجہ پر فائز تھے، جیسا کہ انہوں نے دیکھا۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کے سامنے شیخ کو ایسی باتوں کی خبر دی گئی تھی جنھیں سن کر عقلیں

حیران ہو جائیں۔ اگر تم ان باتوں کو جاننا چاہتے ہو تو شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیفات کا مطالعہ کرو۔ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اللہ کی قسم! میں شریعت کے احکام کا پابند ہوں، ورنہ حیرت انگیز رازوں کا انکشاف کرتا"۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اوّلین کے علوم کے مثل علوم عطا فرمائے ہیں۔ اور ان علوم کی گنجائش صرف میرے سینے میں ہے۔ آپ قطبِ ربانی اور ہیکلِ صمدانی تھے۔ آپ نے اللہ کے بندوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جمع کرنے کی بہت کوشش کی، حتیٰ کہ حجاز، ہند، شام، مصر اور دیگر اسلامی شہروں میں آپ کے زاویے (خانقاہیں) لاتعداد متجردین فقراء سے آباد تھیں۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قدر اولیاء کی خدمت کی کہ خود اقطابِ وقت آپ کی خدمت کرنے لگے۔ تقریبًا انتیس (۲۹) سال آپ نے اسی شان وشوکت سے گزارے۔ مختلف علوم میں متعدّد کتب تالیف فرمائیں، جو کہ بلادِ اسلامیہ میں معروف ہیں۔ ذرا آپ کی کتاب "الکنز المطلسم" کو ملاحظہ کرو۔ ان شاء اللہ ایسے علومِ ربانیہ پاؤ گے جو دل خوش کر دینگے۔ اسی طرح تیرے لیے شیخ کی کتب میں سے "الفتوحات الربانیۃ والاجازۃ المدنیۃ"، اور "مراتب الدین ونھایۃ العارفین" کا مطالعہ بھی مفید رہے گا۔

سن ۱۲۸۹ ہجری میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا، اور آپ جنت المعلیٰ میں آرام فرما ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سرِ ذات اور سرِ روح آپ کے فرزندِ سعید محمد مکی شمس الدین کی طرف منتقل ہوا تھا۔

اگر ہم شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام احوال وکرامات کا تتبع کریں، تو ہمارے یہ صفحات اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر تم اس سے زیادہ جاننا چاہتے ہو، تو تم مولانا سیّدی

محمود وفائی قدس سرہٗ کی کتاب "معاہد التحقیق" کا مطالعہ کرو۔ یہ کتاب اور شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بعض دیگر کتب کی طباعت اللہ تعالیٰ کی مرضی سے مکتبہ فاسیہ شاذلیہ سے جاری ہے۔

اے اللہ تو ہمارے سردار، ہمارے آقا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے مجھے اور میرے احباب کو ان کی لڑی میں پرو دے، اور ان کے منہج اور طریق پر چلا دے (۲)۔

شیخ محمد فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد، بلکہ پورے سلسلے کی معلومات خود شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کتاب میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائیں ہیں۔

(۲) "طبقات الشاذلیۃ الکبریٰ" ص ۲۰۸ تا ۲۱۳، مطبوعہ: المکتبۃ التوفیقیۃ۔

تعارفِ مترجم

پیر طریقت، رہبر شریعت، استاذ الاساتذہ، فقیہ العصر، شیخ القرآن والحدیث

حضرت علّامہ مفتی محمد ابوبکر صدیق قادری شاذلی رضوی

دامت برکاتہ العالیہ

ولادت باسعادت:

آپ ۲۵ جون 1969ء، مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۸۹ ہجری، بروز بدھ، صوبہ سندھ پاکستان کے شہر، "نواب شاہ" میں پیدا ہوئے۔

اسمِ گرامی:

آپ کا مکمل نام: محمد ابوبکر صدیق بن حاجی عبدالرحمن مصطفائی ہے۔

اَلقاب:

استاذ الاساتذہ، شیخ القرآن والحدیث، مفتیٔ اہلِ سنّت، فقیہ العصر۔

آپ کے اَلقاب سے متعلق ایک بات خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، کہ "جامعۃ المدینہ "گلستانِ جوہر کراچی کے، تمام طلباء آپ کو "استاد صاحب" کہہ کر پکارا کرتے، تمام طلباء میں یہ بات معروف تھی، کہ جب لفظ "استاد صاحب" بولا جائے، تو اس سے قبلہ مفتی صاحب کی ذات ہی مراد ہوتی ہے۔ آپ کے علم وفضل کے اعتراف میں، خود امیرِ دعوت اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس عطّار قادری –دامت برکاتہ– بھی، قبلہ مفتی صاحب کو "استاد صاحب" کہہ کر مخاطب فرمایا کرتے، بلکہ خود راقم

الحروف نے اپنے کانوں سے، قبلہ امیرِ دعوتِ اسلامی کو، شیخ الحدیث مفتی ابوبکر صدیق صاحب کی طرف اشارہ کرکے، یہ فرماتے سنا کہ "یہ میرے بھی استاد صاحب ہیں"۔ صرف یہی نہیں، بلکہ آپ کی فقہی مہارت کو دیکھتے ہوئے، قبلہ حضرت صاحب (امیرِ دعوتِ اسلامی) نے، آپ کے لیے "فقیہ العصر" کا خطاب بھی تجویز فرمایا، اور "دعوتِ اسلامی" کے حلقے میں اس خطاب کو باقاعدہ رائج بھی کیا۔

بیعت وخلافت:

آپ نے بیعت ارادت شیخ ابو الخیر محمد ابنِ شیخ عبد القادر عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہما (مدینہ منوّرہ) سے کی اور متعدّد مشائخِ کرام سے اکتساب فیض کیا اور ان سے اجازات وخلافت حاصل کی جن میں (۱) محقق اہل سنت، استاذ الاساتذہ، شیخ القرآن والحدیث عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور)، (۲) شیخ المشائخ، حجۃ الصوفیہ، مفسر قرآن، شیخ عبدالہادی خَرسہ الشاذلی – دام ظلّہ العالی – (ملکِ شام)، (۳) مفتی شیخ عبدالرحمٰن عمورہ الشاذلی (اردن، فلسطین)، (۴) شیخ رجب صبحی دیب رحمۃ اللہ علیہ (دمشق)، (۵) تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ (انڈیا)، (۶) صوفی باصفا مولانا محمد منان رضا قادری (انڈیا) دام ظلّہ العالی، (۷) قلم کار اہل سنت، کریم الاخلاق، عالمی مبلغ اسلام، علامہ عبدالھادی قادری نوری (ساؤتھ افریقہ)، (۸) شیخ عبدالغفور طہ القیسی رحمۃ اللہ علیہ (بغداد)، (۹) سلسلہ جنیدیہ کے سجادہ نشین، شیخ علی طارق حنفی دام ظلّہ العالی (بغداد)، (۱۰) استاذ الاساتذہ، شیخ المشائخ مفسر قرآن مفتی محمد اشفاق رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال، پنجاب)، (۱۱) شیخ معمر مفتی جمال الدین جمالی رحمۃ اللہ علیہ (نواب شاہ) وغیرہم شامل ہیں۔

مذکورہ بالا شیوخ سے آپ کو سلسلہ شاذلیہ کی متعدّد طرق مثلادر قاویہ، محمدیہ، عجیبیہ، ہاشمیہ، برہانیہ، دسوقیہ، صدیقیہ، علاویہ، زروقیہ، بیانیہ، جزولیہ، ادریسیہ، سنوسیہ، زبیدیہ، علوانیہ، بدویہ احمدیہ، اور عیدروسیہ، حاتمیہ، سعدیہ، غزالیہ، اویسیہ، رفاعیہ، بدویہ وغیرہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ سلسلہ قادریہ کے متعدّد طرق مثلا بدریہ، برکاتیہ، برکاتیہ رضویہ، ضیائیہ ، نعیمیہ، جنیدیہ وغیرہ میں اجازت وخلافت حاصل ہے۔ سلسلہ چشتیہ کے متعدّد طرق مثلا چشتیہ قدیمیہ، صابریہ، نظامیہ وغیرہ شامل ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں مجددیہ، مسعودیہ، رجبیہ، قاسمیہ، امینیہ، خلوتیہ، خالدیہ وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح سلسلہ سہروردیہ کے متعدّد طرق کی اجازت وخلافت شامل ہے۔

دنیاوی تعلیم:

آپ دنیاوی تعلیم کی غرض سے سندھ کے مختلف تعلیمی اداروں میں زیرِ تعلیم رہے۔ اپنی علمی تشنگی کے سبب مختلف کورسسز اور امتحانات بہت اچھے نتائج کے ساتھ پاس کیے۔ آپ نے انٹرمیڈیٹ پری انجینئرنگ گورنمنٹ ڈگری کالج نواب شاہ سے، (ایم اے) اسلامک کلچر جامشورو یونیورسٹی (سندھ) سے، اور (ڈی۔ ایچ۔ ایم۔ ایس) کا کورس پاکستان ہومیوپیتھک میڈیکل کالج سے، نہ صرف پاس کیا بلکہ کئی سال تک اس کی عملاً پریکٹس بھی کی۔

دینی تعلیم:

گھر اور گرد ونواح کا ماحول دینی ہونے کے باعث، جب آپ کا رجحان دینی تعلیم کی طرف پہلے سے زیادہ ہوا، تو آپ کے دل میں اس کے حصول کا جذبہ ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں تبدیل ہوگیا، اور آپ حصولِ علم کی غرض سے اپنے گھربار اور بہن

بھائیوں کو چھوڑ کر، نواب شاہ سے کراچی تشریف لائے۔ ابتدائی تقریبًا چھ۶ ماہ "دار العلوم حنفیہ غوثیہ" طارق روڈ کراچی میں زیرِ تعلیم رہے، اس کے بعد عالمی شہرت یافتہ دینی ادارے "الجامعة العليميّة الإسلاميّة" المعروف "اسلامک سینٹر" کراچی سے درسِ نظامی، اور بعض علومِ جدیدہ کی تکمیل کی، اور تنظیم المدارس اہلِ سنّت پاکستان کے تحت "درجہ عالمیہ" (ایم اے) کے امتحان میں پاکستان بھر میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔

اساتذۂ گرامی:

آپ نے دنیا بھر کے متعدّد علمائے دین سے اکتسابِ فیض کیا، جن میں: (۱) الاستاذ العلّامہ فرید چشتی صاحب، (۲) قاری عبد اللطیف امجد صاحب، (۳) شیخ الحدیث علّامہ رمضان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، (۴) الاستاذ احمد مجتبیٰ صاحب (ساؤتھ افریقہ)، (۵) شیخ عبد القادر عمّاری رحمہ اللہ تعالیٰ، (۶) شیخ عبد الحی بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ، (۷) پروفیسر حافظ مشیر بیگ رحمہ اللہ تعالیٰ، (۸) شیخ الحدیث رمضان نقشبندی، (۹) مفتی غلام نبی کھوسو رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہم، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

دورِ طالبِ علمی کے معمولات:

زمانۂ طالبِ علمی میں آپ کے معمولات اور خصوصی مشاغل میں، نصابی اور غیر نصابی کتب، بطورِ خاص امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملّت، مولانا الشاہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتب کا مطالعہ، جونیر طلباء کی علمی مُعاونت، اور نصرتِ مذہبِ اہلِ سنّت میں ہمہ وقت مصروفیت تھی، اس کے علاوہ اسلامک سینٹر کی لائبریری میں، آپ کثیر المطالعہ طالبِ علم کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

رشتہ ازدِواج:

شہرِ نواب شاہ میں اپنے اعزّہ کے ہاں، ۱۹۹۴ء میں آپ نے سنّتِ نبوی ﷺ کی اتباع میں رشتہ ازدواج سے منسلک ہوئے، اس وقت آپ کی عمر ۲۵ برس تھی۔

رائج الوقت مشہور زبانوں میں مہارت:

آپ کی مادری زبان اردو ہے، البتہ آپ کو عربی اور انگلش پر بھی مکمل عبور حاصل ہے، ان تینوں زبانوں میں آپ کے تحریری فتاویٰ اور کتب ورسائل، آپ کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، اس کے علاوہ عرب علماء سے ملاقات، اور یورپی ممالک کے تبلیغی اَسفار میں، آپ اپنی اس مہارت کو اشاعتِ دین کے لیے خوب استعمال فرماتے ہیں۔

شخصی اوصاف:

آپ نہایت مشفِق، مہربان اور خَلوق طبیعت کے مالک ہیں، آپ کا اندازِ گفتگو بہت دھیما، مدلّل اور عام فہم ہے، آپ عاجزی، سادگی، غمخواری، غریب پرَوری، دِلجوئی جیسی درویشانہ صفات کے حامل ہیں۔ منصب، مال ودولت، شہرت، علم، اور میڈیا سلیبرٹی ہونے کے باجود، غرور وتکبّر جیسی کوئی چیز آپ کے قول وفعل میں دکھائی نہیں دیتی۔ آپ ہر چھوٹے بڑے کی بات نہایت شفقت اور بھرپور توجّہ سے، نہ صرف سنتے ہیں بلکہ اسے عزّت واِکرام سے بھی نوازتے ہیں۔

قرآن کریم وحدیث پاک اور فقہ وتصوّف سے آپ کو خاص لگاؤ ہے، کتب بینی آپ کی طبیعت میں رچی بسی ہے۔ مُعاشرتی زندگی میں کفایت شِعاری، وسعت ظرفی، وقت کی قدر، دوسروں کی حوصلہ افزائی، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، غریب مسلمانوں کی خیر خواہی اور دینی طلباء کی دلجوئی آپ کے روز مرّہ معمولات میں سے ہیں۔

دینی خدمات:

آپ تقریبًا ستائیس۲۷ سال سے شعبۂ تدریس سے وابستہ ہیں، اور اس سلسلہ میں نامور اور عالمی شہرت یافتہ دینی مدارس، مثلاً جامعۃ المدینہ (گلستانِ جوہر کراچی)، فیضانِ مدینہ (عالمی مدنی مرکز دعوتِ اسلامی کراچی)، جامعۃ المصطفیٰ (صفورا چورنگی کراچی) میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

تدریس اور دورۂ حدیث شریف کے علاوہ، گزشتہ ۲۲ سال سے "تخصص فی الفقہ الاسلامی" (اِفتاء کورس) بھی کروا رہے ہیں۔ جب قبلہ مفتی صاحب -دام ظلّہ العالی- نے محسوس کیا، کہ اہلِ سنّت کو "تخصص فی الفقہ الاسلامی" کی شدید ضرورت ہے، تو آپ نے اپنی پوری توجّہ طلباء کو فقہ میں، اسپیشلائزیشن (Specialization) کروانے پر مبذول فرمادی؛ تاکہ اہلِ سنّت کو اچھے اور ماہر مفتی حضرات میسّر آسکیں۔

الحمد للہ! یہ سلسلہ تاحال جاری ہے، فی الحال "دار العلوم نعیمیہ" کراچی میں، مفتی منیب الرحمن صاحب -دام ظلّہ العالی- کے زیرِ سرپرستی، گزشتہ ۱۳ سال سے "تخصص فی الفقہ الاسلامی" کا یہ سلسلہ نہایت کامیابی سے جاری وساری ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ تخصص کے طلباء کو گزشتہ ۱۵ سالوں سے باقاعدہ تصوّف کی تعلیم بھی دے رہے ہیں؛ تاکہ علماء کی طبیعتوں اور مزاج میں صوفیانہ رنگ بھی دکھائی دے، وہ دنیا کی رنگینیوں اور آسائشوں سے بے رغبت رہیں، اور توکُّل علی اللہ کی عادت اپنائیں۔ الحمد للہ! تاحال تقریبًا ۶۵۰ سے زائد علماء اور مفتیانِ کرام کو، قبلہ مفتی صاحب تربیت کے بعد خلافت واجازت بھی مرحمت فرماچکے ہیں۔

جامعۃ المدینہ کا قیام:

"جامعۃ المدینہ" کے قیام کے احوال یہ ہیں کہ "۱۹۹۴ء میں دعوتِ اسلامی کے سب سے بڑے تنظیمی ذمہ دار، سیّد عبد القادر شاہ صاحب (باپو شریف) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبلہ مفتی صاحب سے، بذریعہ ٹیلی فون نواب شاہ سندھ رابطہ کیا، اور فرمایا کہ ہم دعوتِ اسلامی کے زیرِ انتظام، درسِ نظامی کا آغاز کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں قبلہ باپو شریف سے کھارادر کراچی میں، ایدھی پرنٹرز کے ہاں، قبلہ مفتی صاحب کی پہلی ملاقات ہوئی، اس کے بعد انہوں نے امیرِ دعوتِ اسلامی حضرت مولانا محمد الیاس قادری صاحب -دامت برکاتہم العالیہ- سے ملاقات کروائی۔

(قبلہ امیرِ دعوتِ اسلامی سے ایک دہائی سے زائد عرصے تک بہت گہرا تعلّق قائم رہا، امیرِ دعوتِ اسلامی، قبلہ شیخ الحدیث علّامہ مفتی ابو بکر صاحب کی فقہی بصیرت، اور علمی لیاقت سے حد درجہ متاثر ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہیں اکثر "استاد صاحب" کہہ کر مخاطب کیا کرتے، آپ کے لیے "فقیہ العصر" کا خطاب بھی قبلہ امیرِ دعوتِ اسلامی نے ہی تجویز اور عام فرمایا۔ فقہی اور شرعی مسائل میں رَہنمائی کا سلسلہ ایک دہائی سے زائد عرصے تک جاری رہا، ان دونوں شخصیات کے درمیان باہم انتہائی قابلِ رشک قربت بھی رہی، مفتی صاحب کا امیرِ دعوتِ اسلامی کے معتمَد ترین اور مقرَّب ترین شخصیات میں شمار ہوتا، دعوتِ اسلامی میں اصلاحات کے حوالے سے بھی قبلہ مفتی صاحب کا کردار انتہائی موثّر رہا، آپ ہمیشہ حکمت و مصلحت کے ساتھ حق گوئی کا فریضہ انجام دیتے رہے، جسے قبلہ امیرِ دعوتِ اسلامی کی جانب سے انتہائی پذیرائی اور فراخدلی

کے ساتھ قبول کیا جاتا، وہ اکثر نجی محافل میں بھی قبلہ مفتی صاحب کی قابلیت اور ان کی بے لَوث خدمات کا اعتراف کیا کرتے)۔

دورانِ ملاقات اُن سے مسلکِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے گفتگو ہوئی، اس ملاقات کے چند روز بعد پہلی کلاس کا آغاز "مدرسۃ المدینہ" گودھرا کالونی کراچی میں ہوا۔ وہاں تقریبًا ایک سال تک قبلہ مفتی صاحب اکیلے تدریس کرتے رہے، پھر جب دوسری کلاس شروع ہوئی، تب بطورِ استاذ ایک اَور عالمِ دین کی خدمات بھی حاصل کی گئیں۔

گودھرا کالونی میں درسِ نظامی کی ابتدائی کلاس کے آغاز کے، سات ۷ یا آٹھ ۸ ماہ بعد "مدرسۃ المدینہ" شو مارکیٹ کراچی میں، درسِ نظامی کی نائیٹ کلاسز کا آغاز ہوا، وہاں بھی قبلہ مفتی صاحب ہی تدریسی فریضہ انجام دیتے رہے، شام کی اس کلاس میں ایک عرصہ تک حاجی مشتاق رحمۃ اللہ تعالیٰ (سابق نگرانِ شوریٰ دعوتِ اسلامی)، اور ابنِ عطّار احمد رضا (جانشینِ عطّار عبید رضا) بھی شریکِ درس ہوتے"۔

ہمارے استفسار پر قبلہ مفتی صاحب نے، اس سلسلہ میں آنے والی مشکلات اور اپنے مُشاہرے سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے، مزید بتایا کہ "ابتداءً میرا مُشاہرہ دو ہزار ۲۰۰۰ روپے تھا، اور میں روزانہ تقریبًا پانچ ۵ گھنٹے باقاعدہ تدریس کرتا تھا، پھر اس کے بعد رات میں بھی طلباء کو پڑھایا کرتا۔ مرحلہ ابتدائی ہونے کے سبب، یہاں طلباء و اساتذہ کے لیے سہولیات کا فقدان تھا، تمام طلباء کے لیے کلاس روم کے طور پر ایک بڑا ہال تھا، اسی ہال میں دن میں تعلیم ہوتی، اور رات کو مجھ سمیت تمام طلباء وہیں سو جایا کرتے۔ یہ ہال بیک وقت کلاس روم، اسٹور روم، اور کھانے کے

وقت میس وغیرہ کا کام دیتا تھا۔ تعلیمی اوقات میں طلباء بستر وغیرہ بچھا کر اساتذہ کے بیٹھنے اور ٹیک لگانے کی جگہ بنا لیتے، جگہ کی قلّت کے باعث چونکہ تمام کلاسز کے طلباء ساتھ ساتھ بیٹھتے تھے، لہٰذا دورانِ تعلیم طلباء کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا؛ کیونکہ اساتذہ کے لیکچرز اور طلباء کے سبق یاد کرنے اور سنانے کی آوازیں، دوسری کلاس کے طلباء تک پہنچتی تھی، جس کے باعث انہیں اپنی کلاس کا لیکچر سننے میں بہت دقّت پیش آتی، لہٰذا طلباء کی اس پریشانی کو دیکھتے ہوئے، گلستانِ جوہر بلاک ۱۵ کراچی میں، ایک نئی عمارت تعمیر کی گئی، اور درسِ نظامی کے طلباء کو وہاں منتقل کر دیا گیا، بعد میں ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی اور اُن کے بعض رفقاء کی کوششوں سے، اس مدرسہ کو "جامعۃ المدینہ" کی حیثیت دے دی گئی۔

تمام اساتذہ کی شب وروز محنت اور اِخلاص کے سبب، جب طلباء تنظیم المدارس کے سالانہ امتحانات میں، پاکستان بھر سے اچھی پوزیشنز حاصل کرنے لگے، تو "جامعۃ المدینہ" کی مقبولیت کو پر لگ گئے، اور دنیا بھر سے طلباء حصولِ علم کی غرض سے تشریف لانے لگے، بڑھتی ہوئی مقبولیت اور تشنگانِ علم کی کثرت کے سبب، چند ہی سالوں میں اس کی کئی نئی برانچز کا آغاز ہوتا رہا، جن میں فیضانِ مدینہ (عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی پاکستان)، جامعۃ المدینہ (النور سوسائٹی کراچی)، جامعۃ المدینہ ابنِ مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (گلشنِ اقبال کراچی) اور جامعۃ المدینہ (نیول کالونی کراچی) وغیرہ کی برانچز قابلِ ذکر ہیں۔

فتویٰ نویسی:

آپ کی دینی خدمات کا دائرۂ کار صرف تدریس، دورۂ حدیث، اور تخصص کی کلاسز تک محدود نہیں، بلکہ آپ گزشتہ بائیس ۲۲ سال سے، اردو اور انگلش زبان میں

فتویٰ نویسی کی خدمت بھی انجام دے رہے ہیں، تاحال آپ تقریباً تیس ہزار (۳۰۰۰۰) فتاویٰ تحریر فرما چکے ہیں، جن میں سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) سے زائد فتاویٰ انگلش میں، اور پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) سے زائد اردو زبان میں ہیں۔ تاحال فتاویٰ کا کوئی مجموعہ ترتیب نہیں دیا جاسکا، ہاں البتہ کچھ فتاویٰ بصورتِ رسائل شائع کیے جاچکے ہیں، جن میں سے "رسائلِ ضیائیہ" خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

پرنٹ میڈیا:

پرنٹ میڈیا کے حوالے سے اگر آپ کی خدمات کا جائزہ لیا جائے، تو قبلہ مفتی صاحب نے اس فورم پر بھی دینی خدمات انجام دی ہیں، بطور مفتی ہفت روزہ تین ۳ اخبارات میں شرعی مسائل کے، ایک عرصہ تک جوابات لکھتے رہے، ان ہفت روزہ اخبارات کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ہفت روزہ دین، (۲) ہفت روزہ ضربِ اسلام، (۳) ہفت روزہ عقیدہ۔

الیکٹرانک میڈیا:

اسی طرح پرنٹ میڈیا کے ساتھ ساتھ، آپ نے الیکٹرونک میڈیا پر بھی دینی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا، آپ مشہور دینی چینل کیوٹی وی (Qtv) پر، مختلف دینی پروگرامز میں شرعی مسائل کے لائیو (LIVE) جوابات دیتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے شرعی مسائل پر مشتمل مشہور دینی پروگرام "آپ کے مسائل کا حل" کے تقریباً ایک ہزار ۱۰۰۰ سے زائد اپی سوڈز (Episodes) کیے،

صرف یہی نہیں بلکہ ریڈیو ڈان، ٹونگھم، یوکے (Uk) پر بھی، آپ بذریعہ ٹیلیفون تقریبًا ایک سو ۱۰۰ پروگرامز میں، شرعی مسائل کے جوابات دے چکے ہیں۔

دارالافتاء اہلِ سنّت کا قیام:

آپ "دار الافتاء اہلِ سنّت" (دعوتِ اسلامی) کے بانی رکن، اور سب سے پہلے "رئیس دار الافتاءِ اہلِ سنّت" کے طور پر بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ دار الافتاء اہلِ سنّت کا قیام کب اور کیسے ہوا؟ اس کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کے اَحوال اور پس منظر یہ ہے کہ "دعوتِ اسلامی میں باقاعدہ دارالافتاء کا آغاز، درسِ نظامی کی ابتداء کے تقریبًا سات ۷ یا آٹھ ۸ برس بعد ہوا، مگر اس سے پہلے آن لائن (Online) انگلش فتاویٰ کا آغاز، دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ (Web Site) پر ہو چکا تھا۔ اس کا سبب یہ ہوا، کہ دعوتِ اسلامی کے شعبہ آئی ٹی (IT Department) سے تعلق رکھنے والے، سیّد ہمایوں (جنید قادری) اور بعض دیگر احباب نے، قبلہ مفتی صاحب سے رابطہ کیا کہ انگلش میں شرعی مسائل کے جوابات دینے والے، مفتیانِ کرام کی ہمیں شدید ضرورت ہے؛ کیونکہ اس وقت صورتِ واقعہ یوں تھی، کہ اہلِ سنّت کی جانب سے کہیں بھی انگلش تحریر میں فتویٰ جاری نہیں کیا جاتا تھا، جبکہ دیگر لوگوں کی ایک سے زائد ویب سائٹس تھیں، جہاں سے لوگوں کو جوابات انگلش تحریر میں دیے جاتے۔

اس پر قبلہ مفتی صاحب نے اپنی تدریسی مصروفیات کے سبب معذرت کر لی، لیکن چند روز بعد وہ لوگ دعوتِ اسلامی کے ایک اَور بنیادی تنظیمی ذمہ دار، حاجی گل احمد قادری کے ساتھ تشریف لائے، اور قبلہ مفتی

صاحب سے عرض کی کہ آپ ہفتہ بھر میں صرف ایک یا دو۲ سوالات کے جوابات انگلش میں لکھ دیا کریں، اس پر قبلہ مفتی صاحب نے حامی بھر لی، اور یوں دعوتِ اسلامی میں انگلش تحریری فتاویٰ کا آغاز ہو چلا۔

پھر انگلش تحریری جواب کا سلسلہ روز بروز بڑھتا رہا، قبلہ مفتی صاحب نے اس سلسلے میں "جامعۃ المدینہ" کے فارغ التحصیل اپنے بعض شاگرد، مولانا قاری یوسف شاذلی کو، اپنے ساتھ انگلش فتاویٰ میں بطورِ مُعاون لے لیا، رفتہ رفتہ یہ سلسلہ اس قدر بڑھا، کہ ہفتہ بھر میں ایک سو۱۰۰ سے زائد استفتاء آنے لگے۔ اللہ تعالی کے فضل سے قبلہ مفتی صاحب نے اُس وقت تقریبًا پانچ ہزار۵۰۰۰ سے زائد انگلش فتاویٰ لکھے، جو عرصۂ دراز تک دعوتِ اسلامی کی ویب سائٹ پر"(Ask The Imam)" کے نام سے موجود رہے۔

اس کے بعد اردو زبان میں بھی خدمتِ فتاویٰ کی شدید ضرورت محسوس کی گئی، تب حضرت علّامہ ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی نے، اس حوالے سے بڑی کاوش کی، جب یہ کاوش رنگ لائی، تو دار الافتاء کا نام بھی مفتی محمد اسلم رضا صاحب نے ہی تجویز فرمایا، جو سب کو پسند آیا، تب کراچی کے علاقہ گرومندر پر واقع "جامع مسجد کنز الایمان" سے ملحق عمارت میں، "دار الافتاءِ اہلِ سنّت" کا قیام عمل میں آیا، اور قبلہ مفتی ابوبکر صاحب اس دار الافتاء کے، سب سے پہلے مفتی اور رئیس الِافتاء مقرّر ہوئے۔

بعد ازاں تدریب الِافتاء کا سلسلہ بھی شروع ہوا، جس میں "جامعۃ المدینہ" کے پہلے بیچ کے فاضلین سمیت، دیگر کئی علمائے کرام بھی فتویٰ نویسی میں مہارت

حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے رہے، جب یہ سلسلہ مزید بڑھا تو جامعۃ المدینہ، گلستانِ جوہر کراچی کے طلباء کی سہولت کے پیشِ نظر، وہاں بھی "دار الافتاء اہلِ سنّت" کی ایک برانچ قائم کر دی گئی، اور اللہ تعالی کے فضل و کرم سے یوں یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا ہی چلا گیا۔

ایک محتاط اندازے کے مطابق "جامعۃ المدینہ" کے اُس زمانے (۲۰۰۵ء) میں، قبلہ مفتی صاحب سے براہِ راست سیکھنے، اور "تخصص فی الافتاء" کورس کرنے والوں کی تعداد، تقریبًا چھ سو ۶۰۰ سے زائد تھی"۔

قابلِ فخر تلامذہ:

ویسے تو قبلہ مفتی صاحب کے تلامذہ (شاگردوں) کی تعداد ہزاروں میں ہے، جو دنیا کے کونے کونے میں پھیل کر تبلیغِ دین میں مصروفِ عمل ہیں، ان سب کے اسمائے گرامی اور فرداً فرداً ان سب کی دینی خدمات کا، اس مختصر تحریر میں اِحاطہ ممکن نہیں، البتہ چند نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) شیخ الحدیث علّامہ مفتی محمد وسیم اختر (سابق مفتی دار الافتاء اہلِ سنّت، وسابق استاذ الاساتذہ عالَمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی، واستاد شعبہ تخصص فی الفقہ "جامعہ نعیمیہ" کراچی)۔

(۲) استاذ العلماء علّامہ ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی (بانی "المدینۃ العِلمیّۃ" کراچی، وبانی ومدیر "ادارۂ اہلِ سنّت" کراچی، ومفتیٔ حنفیہ سرکاری فتویٰ سینٹر، اوقاف ابوظبی، متحدہ عرب اِمارات)۔

(۳) استاذ العلماء ابو البیان علّامہ مفتی محمد حسّان رضا قادری (خطیبِ اہلِ سنّت پاکستان، وسابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ کراچی)۔

(۴) استاذ العلماء علّامہ مفتی محمد خالد کمال (سابق مفتی دار الافتاء اہلِ سنّت، وسابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ کراچی، واستاد تخصص فی الفقہ "جامعہ نعیمیہ" کراچی)۔

(۵) مفسّرِ قرآن علّامہ مفتی محمد فاروق عطّاری رحمۃ اللہ علیہ (سابق رکنِ شُوریٰ دعوتِ اسلامی، ومُصَدِّق دار الافتاء اہلِ سنّت)۔

(۶) شیخ الحدیث علّامہ مفتی محمد صدیق قادری (سابق رکنِ شُوریٰ دعوتِ اسلامی، کوئٹہ بلوچستان، وسابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ، کراچی)۔

(۷) علّامہ مفتی وقار احمد شاذلی (جوائنٹ سیکرٹری طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ پاکستان، ومفتی دار الافتاء جامع طوبیٰ، ملیر کراچی)۔

(۸) استاذ الاساتذہ علّامہ مفتی عبد اللہ قادری (بلدیہ ٹاؤن کراچی، سابق استاذ الاساتذہ عالَمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی، چیئرمین ختمِ نبوّت موومنٹ پاکستان)۔

(۹) استاذ الاساتذہ شیخ الادب العربي، علّامہ مفتی عبد القادر صاحب شاذلی (آگرہ تاج کراچی، وسابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ، واستاذ الحدیث)۔

(۱۰) استاذ العلماء علّامہ مولانا محمد یوسف شاذلی (سابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ کراچی)۔

(۱۱) علّامہ مفتی محمد آصف قادری (آگرہ تاج کراچی، واسلامک ٹیچر شارجہ، وسابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ کراچی)۔

(۱۲) علّامہ مفتی محمد نعیم (جیو نیوز، وسابق مفتی "دار الافتاء اہلِ سنّت" کراچی، وسابق استاذ الاساتذہ عالَمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی)۔

(۱۳) علّامہ مفتی ریاض احمد قادری (سابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ کراچی ولاہور)۔

(۱۴) علّامہ مفتی محمد عمران غیاث قادری (اردو بازار کراچی)۔

(۱۵) استاذ العلماء علّامہ مفتی گل رضا عطّاری (نگران مجلسِ تعلیمی اُمور جامعات المدینہ، پاکستان & اوور سیز دعوتِ اسلامی)۔

(۱۶) علّامہ رضوان احمد شاذلی (ناظم جامعہ فیضان مصطفی سیلانی ویلفیئر ملیر، وخطیب جامع مسجد غوثیہ، ملیر کراچی)۔

(۱۷) علّامہ حسن رضا شاذلی (امام وخطیب جامع مسجد الماس، عزیز آباد ۸ کراچی)۔

(۱۸) مُناظرِ اہلِ سنّت علّامہ مفتی عرفان حمید (ملیر کراچی، سابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ)۔

(۱۹) علّامہ مفتی عابد نسیم (مہتمم جامعۃ المصطفی الرضویہ، گوجرہ پنجاب، وسابق استاذ الاساتذہ عالَمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی)۔

(۲۰) استاذ الحدیث علّامہ مفتی مظفر علی قادری (جامعۃ المدینہ فیصل آباد)۔

(۲۱) استاذ الحدیث علّامہ مفتی عبد الجبار عطّاری صاحب (جامعۃ المدینہ فیصل آباد)۔

(۲۲) شیخ الحدیث علّامہ مفتی محمد شہباز عطّاری (جامعۃ المدینہ فیصل آباد)۔

(۲۳) شیخ الحدیث علّامہ مفتی نوازش علی عطّاری (جامعۃ المدینہ پنجاب)۔

(۲۴) علّامہ مفتی محمد ذوالفقار (فجی آسٹریلیا، سابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ کراچی)۔

(۲۵) علّامہ محمد ناصر الدین ناصر مدنی (مؤلّف کتبِ کثیرہ، دستگیر کالونی کراچی)۔

(۲۶) علّامہ مفتی غلام مصطفیٰ قادری (اورنگی ٹاؤن کراچی، سابق استاذ الاساتذہ جامعۃ المدینہ)

(۲۷) استاذ العلماء علّامہ غلام سرور عطّاری (دعوتِ اسلامی)۔

(۲۸) محققِ اہلِ سنّت مفتی عبد الرزاق ہنگورو (ادارۂ اہلِ سنّت کراچی)۔

(۲۹) محققِ اہلِ سنّت مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی (ادارۂ اہلِ سنّت کراچی)۔

(۳۰) محققِ اہلِ سنّت مفتی عبد الرشید ہمایوں مدنی (ادارۂ اہلِ سنّت راولپنڈی)۔

(۳۱) محققِ اہلِ سنّت مفتی محمد امجد حسین اعوان (ادارۂ اہلِ سنّت کراچی)۔

(۳۲) محققِ اہلِ سنّت مفتی محمد فاروق بشیر صدیقی (ادارۂ اہلِ سنّت کراچی)۔

(۳۳) مجاہدِ اہلِ سنّت، مفتی عابد مبارک مدنی (سربراہ تنظیم المساجد اہلِ سنّت پاکستان، ومہتمم وشیخ الحدیث "جامعۃ المصطفیٰ الرضویہ" بلدیہ ٹاؤن کراچی)۔

(۳۴) علّامہ مفتی زمان نوری شاذلی (لاہور)۔

(۳۵) علّامہ مفتی ظہور احمد قادری (ناظم آباد کراچی)۔

(۳۶) شیخ الحدیث علّامہ احمد رضا شامی (عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی)۔

(۳۷) علّامہ عرفان شامی (استاد کراچی یونیورسٹی)۔

(۳۸) علّامہ ڈاکٹر عمران شامی (استاد کراچی یونیورسٹی)۔

(۳۹) مفتی محمد قاسم قادری عطّاری (مفتی تنظیمی مسائل، دعوتِ اسلامی)۔

(۴۰) مفتی محمد فضیل عطّاری (دار الافتاء اہلِ سنّت، دعوتِ اسلامی)۔

(۴۱) مفتی علی اصغر عطّاری (دار الافتاء اہلِ سنّت، دعوتِ اسلامی)۔

طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ کا قیام:

عام طور پر علمائے کرام محراب و منبر اور مدارس تک محدود رہتے ہیں، لیکن قبلہ مفتی صاحب کی ذاتِ گرامی، اس اعتبار سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے؛ کہ آپ تبلیغ واِشاعتِ دین کے ساتھ ساتھ، سماجی اور فلاحی اُمور میں بھی بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے ساتھی علماء اور تلامذہ کی اجتماعی کاوش سے، ۲۰۰۹ء میں "طوبیٰ ویلفیئر" کے نام سے، باقاعدہ ایک ٹرسٹ قائم کیا، اس ٹرسٹ کی ایک برانچ انگلینڈ میں بھی قائم ہے۔ ابتداءً "طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ" کی سرگرمیاں محدود تھیں، مگر اب اس کی فلاحی ورفاہی سرگرمیاں پاکستان میں متعدّد مقامات پر جاری وساری ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق "طوبیٰ ویلفیئر" کے تحت، تقریبًا 25 مدارس اور اسکولز، علم کا نور پھیلانے میں مصروفِ عمل ہیں، بطورِ خاص ضلع تھرپارکر جیسے انتہائی پسماندہ علاقے پر "طوبیٰ ویلفیئر" نے خصوصی توجّہ دے رکھی ہے، جس کے نتیجے میں آج - الحمدللہ - تھرپارکر میں، 85 سے زائد مساجد، اور 70 مدارس تعمیر کیے جاچکے ہیں، اور ائمہ ومدرسین مقرّر کرکے وہاں تعلیم وتعلّم کا سلسلہ شروع کیا جاچکا ہے۔ اس کے علاوہ تھرپارکر کے بنیادی سہولیات سے محروم لوگوں کو، پینے کا صاف پانی مہیا کرنے کے لیے، مختلف مقامات پر تقریبًا نوسوپچاس 950 سے زئد ہینڈ پمپ، چالیس ۴۰ سے زائد سمر پمپ، اور دس ۱۰ کنویں بھی کھدوائے جاچکے ہیں۔

علاوہ ازیں سال میں متعدّد بار، مختلف علاقوں میں راشن کی تقسیم کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ کروناوائرس کے سبب حالیہ لاک ڈاؤن کے دوران، سینکڑوں مستحق خاندانوں میں، ان کی عزّتِ نفس کا خیال رکھتے ہوئے راشن تقسیم کیا

گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ "طوبیٰ ویلفیئر" کے تحت ہر سال ماہِ رمضان المبارک میں، متعدّد علاقوں میں سینکڑوں افراد کے لیے افطاری، اور عید کے موقع پر دینی مدارس میں زیرِ تعلیم طلباء کے لیے، لباس وغیرہ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے، جبکہ عیدِ قرباں کے موقع پر، پاکستان بھر میں "وقف قربانی" کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ "طوبیٰ ویلفیئر" کے تحت، گزشتہ سال 300 بڑے جانور قربان کیے گئے، جن میں سے 280 جانور صرف تھر کے علاقے میں قربان کرکے، وہاں کے سینکڑوں خاندانوں تک قربانی کا گوشت پہنچایا گیا۔

دینی مناصب:

آپ نے متعدّد مناصب پر فائز رہ کر دینی خدمات انجام دیں، ان میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ صدر شریعہ بورڈ، فیصل اسلامک بینک کراچی

۲۔ شریعہ کوآرڈینیٹر فرسٹ داؤد اسلامک بینک کراچی

۳۔ رئیس تخصص فی الفقہ الاسلامی جامعۃ المدینہ، عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ کراچی

۴۔ رئیس تخصص فی الفقہ الاسلامی، جامعہ نعیمیہ کراچی

۵۔ رئیس دارالافتاء جامع طوبیٰ، ملیر کراچی

۶۔ رئیس دارالافتاء کیو ٹی وی (Qtv)

۷۔ شیخ الحدیث "جامعۃ المدینہ" کراچی

۸۔ شیخ الحدیث "جامعۃ المصطفیٰ الرضویہ" کراچی

۹۔ رئیس دارالافتاء "جامعۃ المدینہ" گلستانِ جوہر کراچی

۱۰۔ رئیس مجلسِ تحقیقاتِ شرعیہ پاکستان (دعوتِ اسلامی)

تبلیغی اَسفار:

قبلہ مفتی صاحب تبلیغ واِشاعتِ دین کے سلسلہ میں، متعدّد غیر ملکی دَورے بھی فرماتے ہیں، جن میں امریکہ، روس، انگلینڈ، سعودی عرب، ملکِ شام، اور متحدہ عرب امارت وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تصانیف:

آپ ساٹھ ۶۰ سے زائد اردو، عربی اور انگلش کتب ورسائل کے مؤلّف ہیں، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱۔ شرعی داڑھی (ایک مشت داڑھی کے وجوب کے منکرین کا شرعی محاسبہ)

۲۔ غیرمسلم ممالک میں سود اور مورٹ گیج (Mortgage) کا شرعی حکم

۳۔ کرنسی کا لین دین

۴۔ ملٹی لیول مارکیٹنگ کا شرعی حکم

۵۔ اسلامک کریڈٹ کارڈ

۶۔ اجوبۃ اہل الاصول فی اسئلۃ فیض الرسول

۷۔ زکاۃ کی آسان کتاب

(۸) Answer to Cross Worshipper

(۹) Fasting

(۱۰) How to Pay Zakat

(۱۱) Bribery And Its Various Forms

(۱۲) Shariah Rulings Regarding Usury And Mortgage in Non-Muslim Countries

۱۳۔ جماعة التبليغ (عربي)

حرفِ آخر:

قبلہ مفتی صاحب کی ذاتِ گرامی ہمارے لیے کسی نعمت سے کم نہیں، آپ کا شمار اُن نادر فقہاء میں ہوتا ہے، جو قدیم وجدید شرعی مسائل پر یکساں عبور رکھتے ہیں۔ آپ بلاشبہ محسنِ اہلِ سنّت ہیں، آپ نے بے شمار قابل علماء، فقہاء، مدرّسین اور مفتیانِ کرام مسلکِ اہلِ سنّت کو دیے۔ آپ کی گراں قدر دینی خدمات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ دعوتِ اسلامی کے آج دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تمام مدنی علماء، بلا واسطہ یا بالواسطہ، آپ کے شاگرد ہیں، یا وہ سب آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، یا پھر آپ کے شاگردوں کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ ابھی ہمارے درمیان موجود ہیں، اور ہم ان سے مزید اکتسابِ فیض کر سکتے ہیں۔

اللہ کریم ان کی حفاظت فرمائے، انہیں صحت وتندرستی کے ساتھ درازئ عمر بالخیر عطا فرمائے، اور انہیں ظالموں کے ظلم، شریروں کے شر اور حاسدین کے حسد سے محفوظ رکھے، آمین بجاہ طٰہ الامین ﷺ!۔

وصلّى الله تعالى على خير خلقِه سيِّدنا محمدٍ، وعلى آله وأصحابه أجمعين، والحمدُ لله ربّ العالمين!.

امتیازاتِ شاذلیہ

امتیازاتِ شاذلیہ

ترجمہ

الفتوحات الربانية في تفضيل الطريقة الشاذلية

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم،

بسم الرحمن الرحيم، وبه نستعين!

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاة والسّلام على سيّدنا محمد، وعلى آله، وأصحابه أهل الجمع والتمكين، وعترته السالكين على نهجه القويم، وصراطه المستقيم.

امام عالم کامل شیخ، حجت کاملہ، جن کی جلالتِ قدر مجمع علیہ، روشن سمندر، اعلیٰ موتیوں کو پانے میں سبقت لے جانے والے، بحر شریعت سے براہ راست سیراب ہونے والے، پس آپ اُسکے لیے اُس وقت بیدار ہوئے جبکہ لوگ سورہے، تھے، آپ اس کے پانی پر آئے، جبکہ دیگر لوگ روزے سے تھے۔ پس آپ کا سینہ اس کے علوم سے مزین ہوگیا، اور حوروں کی دلہنیں آپ کے لیے متجلی ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو نور علی نور کیا، اور اپنے بندوں کے لیے دائمی طور پر خالص کردیا، ہمارے شیخ، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہمارے قائد، ولی راسخ، محقّق مدقق، صاحبِ کشوفاتِ ربانیہ ومعارفِ لدنیہ، المحمدی المدنی الشاذلی النیراسی، سیّدنا الشیخ محمد الفاسی،

اللہ ہمیں ان کی زندگی سے متمتّع فرمائے، اور ان کے نگاہوں کی چمک کا فیض عطا فرمائے۔ اور ہمیں ان سے، ان کے علوم اور برکات سے نفع عطافرمائے، خاص طور پر اُن سے جو اُن کی زبان مبارک سے موتی نچھاور، اور ان کے قلم سے منقوش ہوئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے جواہر لائے ہیں کہ حق بنتا ہے کہ انھیں نور سے سونے کے اوراق پر لکھا جائے؛ کیونکہ انھوں نے اس میں ہمت وحال، مباحث وصال اور مراتبِ رجال کو یکجا کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حمد ہے۔

شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہیں کہ جس نے اپنے تک وصال کے راستے مخلوقات کی سانسوں کی تعداد کے برابر بنائے، اور طریقۂ شاذلیہ کو تمام طُرُق (طریقوں) پر فضیلت دی۔ اور شاذلی طریق والوں کے دلوں کے آسمان کو احدیت ومحمدیت کے ستاروں سے دائمی طور پر زینت دی، اُن میں سے بعض کو آفتاب بنایا کہ جن سے نور طلب کیا جاتا ہے، بعض کو مہتاب بنایا کہ جن سے چاندنی طلب کی جاتی ہے، اور بعض کو نجوم بنایا جن سے ہدایت طلب کی جاتی ہے، اور درود وسلام ہو اس ذات پر جو ذاتِ اَحدیت کے شاہد، اور اس کے اَسرارِ جبروتیت کے مظہر ہیں، اور ان کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے ستارے، اقتداء کے امام اور ان کی عترت پر جو ہر نجاست سے پاک ہیں۔

حمد وصلوۃ کے بعد! شاذلی بزرگوں اور ان کے سلسلے سے محبت کرنے والے بعض احباب نے مجھ سے سوال کیا کہ کس وجہ سے شاذلی سلسلہ تمام سلاسل پر فضیلت رکھتا ہے، حالانکہ تمام سلاسل رسول اللہ ﷺ سے مدد طلب کرتے ہیں،

اور آپ ﷺ کے مشکاۃِ نور ہی سے اقتباس فیض کرتے ہیں؟ میں نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی درستگی کی توفیق دینے والا ہے۔ سلسلۂ شاذلیہ دیگر تمام سلاسل پر بہت سی خصوصیات کی بناء پر فضیلت رکھتا ہے، جو صرف اسی سلسلے میں پائی جاتی ہیں کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔

(۱) پہلی خصوصیت:

اس سلسلے کے تمام افراد، بانی سلسلہ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے لوح محفوظ ہی سے چن لیے گئے تھے۔

(۲) دوسری خصوصیت:

اس سلسلے کا مجذوب ضرور حالت صحو کی طرف لوٹے گا۔

(۳) تیسری خصوصیت:

قطب الاقطاب ہمیشہ ان ہی میں سے ہوگا۔

اللہ کے عظیم ولی، صاحبِ کراماتِ کثیرہ، سیّدنا الشیخ محمد الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ شاذلی سلسلہ کو ایسی تین باتوں کے ذریعے خصوصیت دی گئی ہے، جو نہ ان سے پہلے کسی کے لیے تھیں، اور نہ ان کے بعد کسی کے لیے ہونگی۔ **پہلی:** انھیں لوحِ محفوظ سے چنا گیا ہے۔ **دوسری:** ان کا مجذوب حالت صحو (ہوش) کی طرف ضرور لوٹے گا۔ **تیسری:** قطب ہمیشہ ان ہی میں سے ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں مزید گفتگو ہوگی جب اقطاب کے بارے میں کلام ہوگا کہ شاذلی حضرات ہی کیوں قطبیت کے لیے خاص کیے گئے ہیں۔

(۴) چوتھی خصوصیت:

شاذلی سلسلہ کے لوگ سلب سے محفوظ و مامون ہیں۔

(۵) پانچویں خصوصیت:

جب مرید شاذلی شیوخ کی خدمت میں آتا ہے، یہ اسے پہلے ہی مرحلے میں اسمِ اعظم تلقین کرسکتے ہیں اوروہ اسمِ ذات ہے۔ اسی لیے انھیں ذاتیون (یعنی ذات والے) بھی کہاجاتا ہے۔ یہ اسم اِن ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جب اہلِ تصوف کے نزدیک مطلقا لفظ "ذاتیون" کا اطلاق کیاجاتا ہے، تواس سے اہلِ طریقِ شاذلیہ ہی مراد لیے جاتے ہیں۔ ان شاء اللہ جب لفظ "ذاتیون" کی تعریف کی جائے گی اس سلسلے میں مزید گفتگو کی جائیگی۔

(٦) چھٹی خصوصیت:

شیخِ تربیت (یعنی تربیت کرنے والے بزرگ) اس سلسلے سے قیامت تک منقطع نہ ہونگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

(۷) ساتویں خصوصیت:

کسی ولی کی ولایت کی تکمیل اُس وقت تک نہیں ہوتی، کہ جب تک اس کی انتہا شاذلی طریق پر نہ ہو، جیساکہ اِن شاء اللہ اس کی تفصیل بیان کی جائیگی۔

(۸) آٹھویں خصوصیت:

اس سلسلے کے لوگوں کے بواطن (یعنی باطنی حالت) اُسی طرز پر ہیں، کہ جس طرز پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بواطن تھے، یعنی توحیدِ خالص پر، کہ نا توجس میں

تنزیہ مطلق ہو اور نا ہی تشبیہ مقید ہو[۱]۔ اور یہ ہی انبیاءِ کرام اور رسلانِ عظام علیہم السلام کی توحید ہوتی ہے۔

---

(۱) شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تنزیہ مطلق اور تشبیہ مقید دونوں کی نفی فرمائی ہے۔ تنزیہ مطلق سے مراد اللہ تعالیٰ کا ہر عیب اور ہر ایسی صفت سے پاک ہونا ہے، جو اس کی شان کے لائق نہیں، جیسے بشری صفات۔ اسی لیے علمائے کلام نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کو بشری صفات سے متّصف ماننا کفر ہے۔ مگر بعض صفات ایسی ہیں جو اپنے تسمیہ کے اعتبار سے مخلوق اور خالق دونوں میں مشترک ہیں، جیسے سمیع، بصیر، رؤوف اور رحیم وغیرہ۔ ان اسماء کا اطلاق خود باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی ذات پر بھی کیا ہے اور اپنی مخلوق پر بھی کیا ہے۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ یہ صرف لفظی اشتراک ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ان اسماء کے جو معانی ہیں اس میں مخلوق ہرگز شریک نہیں ہو سکتی، بلکہ ان اسماء کو ان معانی کے اعتبار سے جو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہیں، کسی غیر کے لیے استعمال کرنا کفر ہے۔ اسی طرح ان اسماء کے معانی جو مخلوق کے اعتبار سے لیے جاتے ہیں، خالق کے لیے استعمال کرنا کفر ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی تمام بشری صفات سے تنزیہ کی جانے کے باوجود مذکورہ بالا اسماء مثل سمیع، بصیر، رؤوف اور رحیم وغیرہ اسماء کا اطلاق پھر بھی اللہ تعالیٰ پر کیا جائیگا، اور انہیں معانی میں کیا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے خاص ہے۔ چنانچہ اسی لفظی اشتراک کی وجہ سے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تنزیہ مطلق کی نفی فرمائی۔ اسی طرح تشبیہ کا معاملہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے مشابہ نہیں، اور نہ ہی کوئی مخلوق اس کے مشابہ ہے۔ وہ خود ارشاد فرماتا ہے کہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾۔ ہاں اس نے اپنے لیے ید، وجہ، عین اور استواء وغیرہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کے معانی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اہل سنّت کا اس باب میں یہ مؤقف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے شان کے لائق ید، وجہ اور عین ثابت ہے، مگر وہ جسم نہیں کیونکہ **اوّلاً:** نا تو خود باری تعالیٰ نے خود پر جسم کا اطلاق فرمایا، **ثانیاً:** جسم مرکب ہوتا ہے اور مرکب حادث ہوتا۔ مگر بعض گمراہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات مثل ید، وجہ، عین کو دیکھتے ہوئے اسے جسم قرار دیا، اور ساتھ میں کہہ دیا کہ وھو جسم لا کالأجسام. یعنی وہ جسم ہے مگر جسموں جیسا نہیں۔ اس لیے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی تشبیہ کا بھی انکار فرمایا ہے۔

(۹) نویں خصوصیت:

مبتدی جب صدقِ دل اور حسنِ باطن کے ساتھ اس سلسلے میں داخل ہوتا ہے، تو پہلی ہی بار میں بیداری کے عالم میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا ہے۔ اور وہ دائمی طور پر اسی حالت میں رہتا ہے، حتیٰ کہ اسے وصول حاصل ہوجاتا ہے۔ اور وہ مقامِ فنا ہوتا ہے، اور اس کے بعد اسے مقامِ بقا حاصل ہوجاتا ہے، یہاں تک اسے اس مقام میں تمکین حاصل ہوجاتی ہے، اور وہ نبئ کریم ﷺ کی بارگاہ سے جدا بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ مقام جمعِ محمدی کہلاتا ہے، یا تُو اِسے مقام جمع وفرق بھی کہہ سکتا ہے۔ سیّدنا امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ میری نگاہ سے پلک جھپکنے کی مقدار کے لیے بھی اوجھل ہوجائیں، تو میں خود کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں"۔ اسی طرح ان کے مرید وشاگرد سیّدنا ابوالعباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بارے میں فرمایا۔ اور اسی طرح ان کے مرید وشاگرد سیّدنا احمد بن عطاء اللہ الاسکندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے بارے میں فرمایا۔ اسی طرح ان کے شاگرد سیّدنا سیّد علی وفا نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اسی طرح ان کے والد بحرالصفا سیّدی محمد وفا نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا۔ اسی طرح امام احمد ابن عطاء اللہ اسکندری کے شاگرد سیّدی داؤد باخلی نے اپنے بارے میں، اسی طرح سیّدی احمد زروق مغربی فاسی نے، اسی طرح ہمارے استاد کے استاد سیّدی شریف مولانا عربی درقاوی نے، اور اسی طرح ان کے شاگرد، ہمارے استاد قطب ربانی، عارف صمدانی شیخ سیّد محمد بن حمزۃ ظافر مدنی -قدس اللہ اسرار جمیعہم- نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا۔

یہ شاذلی بزرگوں کی خاص شان ہے، اگرچہ دیگر سلاسل کے بزرگ بھی نبیٔ کریم ﷺ کے ساتھ مجتمع ہوتے ہیں، لیکن ان کے اور نبیٔ کریم ﷺ کے مابین حجاب پورے طور پر ختم نہیں ہوتا، کہ جس طور پر شاذلی بزرگوں اور نبیٔ کریم ﷺ کے مابین ختم ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت کی چھ صورتیں ہیں۔ ہم نے یہ چھ اقسام، ان کی تفاصیل اور ہر قسم کے تحت مندرج اسرار و معارف کو اپنے رسالے میں لکھ دیا ہے۔ اس رسالے کا نام "مراتب الدین ونہایۃ العارفین" رکھا ہے۔ چنانچہ تُو اس کا مطالعہ کر، تو تجھے معلوم ہوجائیگا کہ یہ سلسلۂ شاذلیہ غایتِ تمکین میں ہے، اور یہ لوگ نبیٔ کریم سیّد المرسلین ﷺ کے ساتھ حسی و معنوی طور پر، بیداری اور خواب میں جمع ہوتے ہیں۔

(۱۰) دسویں خصوصیت:

علمائے اعیان و ساداتِ زمان مثل شیخ عزّ الدین بن عبد السلام، امام قسطلانی، امام ابن دقیق العید، محدّث عبد العظیم منذری صاحب "ترغیب و ترھیب"، سیف المناظرین، حجۃ المتکلّمین شمس الدین اصفہانی، شیخ تقی الدین السبکی، ابن سراقہ، امام ابن عصفور رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، ان تمام بزرگوں نے سلسلۂ شاذلیہ کی حقّانیت اور بانیٔ سلسلہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمال کو تسلیم کیا، ان سب نے امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولایت، خصوصیت اور حقِ مبین کے ساتھ ظہور کی گواہی دی ہے، مذکورہ بالا تمام بزرگوں نے آپ سے عہود اور اَوراد لیے، یہ تمام آپ کی مجالس ذکر و سماع میں حاضر ہوتے، اور مدرسۂ کاملیہ میں آپ کے درس تفسیر ابن عطیہ اور قاضی عیاض کی "شفاء شریف" میں تبرک کے لینے حاضر ہوتے تھے۔ تیرے لیے ان علماء کی گواہی

کافی ہے، جو اپنے وقت میں مشرق و مغرب کے تمام علماء کے سردار و سلاطین تھے، اور وہ اولیاء و علماء جنہوں نے آپ کے زمانے میں، اور اس کے بعد آپ کی مدح و سرائی کی، ان میں شیخ صفی الدین ابن ابي منصور شاذلی نے اپنے رسالے میں، اور شیخ عبداللہ بن نعمان اور شیخ ابن عطاء اللہ نے "لطائف المنن" میں، شیخ سراج الدین ابن الملقن نے "طبقات الاولیاء" میں ، امام جلال الدین السیوطی نے "حسن المحاضرہ" میں، شیخ عبدالوھاب شعرانی نے "طبقات" میں، امام مناوی نے "کوکب دریہ" میں، امام سبکی نے اپنے "طبقات" میں، قطب غوث شریف عبدالسلام اسمر طرابلسی نے اپنی "وصیۃ الکبری" میں۔ شیخ عبدالسلام اسمر نے فرمایا کہ اے میرے اہلِ طریقہ عروسیہ کے بھائیوں! جو سلسلہ عروسیہ میں تو کمال کو پہنچا، مگر اس نے شاذلی طریقہ نہیں لیا، تو اس کے احوال بدل سکتے ہیں۔ اور جن بزرگوں نے امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظم و نثر میں تعریف لکھی، ان میں امام بوصیری بھی شامل ہیں۔ آپ "قصیدہ دالیہ" میں فرماتے ہیں: ؏

إنّ الإمام الشاذلي طريقه في الفضل واضحة لعين المهتدي

ترجمہ: بے شک ہدایت یافتہ کی آنکھ کے لیے فضیلت کے اعتبار سے امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ نہایت واضح ہے۔

فانقل ولوقدما على آثاره فا ذافعلت فذاك أخذ باليد

ترجمہ: چنانچہ تو ان کے طریقہ پر قدم تو رکھ، پس تو ایسا کریگا تو گویا یہ ہاتھ سے پکڑ لینا ہے۔

شیخ ابراہیم بن محمد ناصر الدین المویلق نے فرمایا: ؏

ولو قيل لي من في الرجال مكمل لقلت أمامي الشاذلي أبو الحسن

ترجمہ: اگر پوچھا جائے کہ لوگوں میں سے کون مکمل (کامل واکمل) ہے؟ تو میں ضرور کہونگا کہ میرے امام ابوالحسن شاذلی مکمل ہیں۔

لقد كان بحراً في الشرائع راسخاً لاسيّما علم الفرائض والسنن

ترجمہ: شریعت میں راسخ سمندر تھے اور خاص طور پر فرائض اور سنن کے علم میں۔

ومن منهل التوحيد قدعب وارتقىٰ فـ لله كم أروى قلوب بهامحن

ترجمہ: توحید کے چشمہ سے بلند ہوئے اور ترقی پائی، اور اللہ کے واسطے کتنے ہی غمگین دلوں کو سیراب کیا۔

حاز علوماً ما ليس تحصىٰ لكاتب هل تحصر الكتاب ما حاز من فنن

ترجمہ: کتنے زیادہ علوم آپ نے حاصل کئے کہ کوئی لکھنے والا ان کا احاطہ نہیں کر سکتا، کیا کوئی کاتب آپ کے فنون کا احاطہ کر سکتا ہے۔

فكن شاذلي الوقت تحظى بسره وفي سائر الأوقات مستغنياً يعن

ترجمہ: چنانچہ تو شاذلی ہو جا تو وقت تیرے لیے ان کے راز کو محفوظ کر لے گا، اور تو تمام اوقات میں حقیقت سے مستغنی ہو جائیگا۔

فإنّي له عبد وعبد لعبده فياحبذا عبد لعبد أبي الحسن

ترجمہ: بے میں ان کا غلام ہوں، اور ان کے غلام کا غلام ہوں، چنانچہ امام ابوالحسن شاذلی کے غلام کا غلام کتنا اچھا ہے۔

إذا لم أكن عبد الشيخي وقدوتي إمامي وذخري الشاذلي أكن لمن

ترجمہ: اگر میں میرے شیخ، میرے قائد، میرے امام، میرے ذخیرہ امام شاذلی کا غلام نہ بنوں تو کس کا غلام بنوں۔

فياربّ بالسرّ الذي قد وهبته تمن علينا بالمواهب والفطن

ترجمہ: اے اللہ اس راز کے طفیل جو تونے انھیں ہبہ کیا، توہم پر بھی غیبی عطا اور ہوشیاری کا احسان فرمادے۔

کیا خوب کہا ہے ابن مویلق کے شاگرد عارف باللہ سیّد علی بن عمر القرشی نے: ع

أنا الشاذلي ما حييت وإن أمت فمشورتي في الناس أن يتشذلوا

ترجمہ: میں شاذلی ہوں خواہ میں زندہ رہوں یا مرجاؤں۔ پس لوگوں کو میرا مشورہ ہے کہ وہ شاذلی ہوجائیں۔

کسی نے کہا: ع

تمسك بحب الشاذلي ولا ترد سواه من الأشياخ إن كنت ذالب

ترجمہ: توامام شاذلی کی محبت تھام لے، اور مشائخ میں سے ان کے سوا کسی اور کا ارادہ نہ کر، اگر تو عقل والا ہے۔

فأصحابه كالشمس زاد ضياءها على النجم والبدر المنير من الجب

ترجمہ: انکے اصحاب ایسے سورج کی مانند ہیں، کہ جس کی روشنی کنویں میں چمکنے والے ستارے اور چودھویں کے روشن چاند سے زیادہ ہے۔

کسی نے امام شاذلی کی شان میں کہا: ع

تمسك بحب الشاذلي فإنّه له طرق التسليك في السرّ والجهر

ترجمہ: تو امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی محبت کو تھام لے کیونکہ ان کے پاس سری اور جہری طور پر سلوک طے کروانے کی بہت راہیں ہیں۔

أبو الحسن السامي على أهل عصره　　كراماته جلّت عن الحدّ والحصر

ترجمہ: امام ابوالحسن شاذلی اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے بلند ہیں، اور ان کی کرامات اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۱) گیارہویں خصوصیت:

سات اقطاب، وہ دو امام جن میں سے ایک قطب کے دائیں جانب اور ایک بائیں جانب ہوتا ہے، ابدال، انجاب، اوتاد، نقباء، رجال، جرس خارج عن نظر القطب، اور تمام اولیاء اہل دیوان سب شاذلی ہوتے ہیں۔ اہل دائرہ و عدد میں سے کوئی بھی اولیاءِ دیوان میں شامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ شاذلی نہ ہوجائے۔ اگر کوئی شخص کسی اور سلسلہ میں رتبہ ولایت کو پہنچ جائے، تو جب اسے دیوان میں داخل کیا جاتا ہے، تو وہ پہلے غوث زمانہ سے شاذلی سلسلہ لیتا ہے، کیونکہ شاذلیہ طریقہ ولی کے لیے سلب ولایت اور سوء خاتمہ سے امان ہے۔

(۱۲) بارہویں خصوصیت:

بے شک جب مرید شاذلی سلسلہ میں داخل ہو، اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہ ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے منقطع ہوچکا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف التفات نہ رکھتا ہو، تو اسے بہت جلد اور نہایت ہی کم مدت میں فتوحات حاصل ہوجاتی ہے، کیونکہ شاذلیہ کا طریق طریق اجتبا (انتخاب) ہے۔ اللہ

تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ يَجْتَبِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴾(۱)۔ اگرچہ اس کی ابتداء انابت ہے مگر انتہاء اجتبا (انتخاب) ہے۔

(۱۳) تیرھویں خصوصیت:

شاذلیہ سلسلہ دراصل ہمت، حال اور مقال کے ذریعے تربیت کا سلسلہ ہے، ہمت کے ذریعہ کبھی مرید میں عاجزی پیدا کرتے ہیں، کبھی اسے رفعت دیتے ہیں، اور حال کے ذریعے اس کی تربیت کرتے ہیں، یہاںتک کہ مرید اللہ تعالیٰ کی طرف احسنِ احوال اور اکملِ ہیأت میں چل پڑتا ہے۔ چنانچہ مرید اپنی طبعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سیر کرتا ہے، اور مریدین کے دل شیخ کی طرف ایسے کشش کرتے ہیں کہ جیسے لوہا مقناطیس کی طرف، اس جذب کی تفصیل "ذاتی" کی بحث میں آئیگی کہ کس طرح ذات والوں کی طرف لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں، اور شیوخ اپنے اقوال کے ذریعے اپنے پیرو کاروں کو چلاتے ہیں، اور اپنے آثار کی پیروی کرواتے ہیں، اور مرید ان سب باتوں کی شدید رغبت رکھتا ہے؛ کیونکہ اس سلسلے کے شیوخ کے پاس علومِ لدنیہ، معارفِ ربانیہ، اسرارِ غیبیہ اور مناجاتِ عرشیہ ہوتے ہیں، یہ ہی ان لوگوں کی حقیقت ہے جو حکمت میں کامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ﴾(۲)۔ ترجمہ: تو اللہ کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلا، اور ان سے مضبوط دلائل کے ذریعے کلام کر۔

---

(۱) سورہ الشوری، آیت ۱۳
(۲) سورہ النحل، آیت ۱۲۵

شیخ احمد ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ حکماء کے انوار ان کے اقوال پر سبقت لے گئے؛ کیونکہ کلام جب بغیر نور کے ہو، تو دل میں اس کی تاثیر نہیں پیدا ہوتی۔ آپ نے مزید ارشاد فرمایا کہ ہر ظاہر ہونے والے کلام پر اگر اسی دل کے کپڑے ہوں کہ جس دل سے وہ ظاہر ہوا، تو اسی نور سے وہ مریدین کی تربیت کرتے ہیں، اور بے شک وہ نگاہوں سے تربیت کرتے ہیں۔ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ: "اللہ کی قسم میرے اور کسی آدمی کے درمیان صرف اتنا ہی ہے کہ میں اس پر ایک نظر ڈالوں اور اسے مستغنی کردوں"۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا کہ: "اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو اپنی اولاد کی تربیت نگاہ سے نہیں کرتا، جیسا کہ کچھوہ اپنی اولاد کی تربیت اپنی نگاہ سے کرتا ہے"۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگرد ابوالعباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ابوالعباس مَرسی کتنے کامل و بہترین انسان ہیں، کہ اپنے پیروں پر موتنے والا دیہاتی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے، اور رات ہونے سے پہلے پہلے وہ اسے واصل باللہ کردیتے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت سانپوں کی ایک قسم کو عطا فرمائی ہے، جسے "الصل" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ جب وہ سانپ کسی کی طرف دیکھے، اور وہ انسان اس سانپ کی طرف دیکھے، اور دونوں کی نظریں ایک لمحہ کے لیے مل جائیں، تو وہ انسان اسی وقت مرجاتا ہے۔ شیخ عارف باللہ عبداللہ جرجانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جان لو! شاذلیہ سلسلہ ہمت وملاحظت کے ساتھ ہیں"۔ مشہور و معروف ولی اللہ شیخ مکین الدین اسمر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "دیگر مشائخ لوگوں کو اللہ کے دروازے تک پہنچاتے ہیں، مگر امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لوگوں کو براہِ راست اللہ تک پہنچادیتے ہیں"۔

(۱۴) چودھویں خصوصیت:

طریقۂ شاذلیہ کے لوگ حقیقت وشریعت کے جامع ہوتے ہیں، انکے ظواہر ماموارت کی پیروی، اور منہیات کے اجتناب سے مزین ہوتے ہیں، اور انکے بواطن ذات کے انوار کے مشاہدہ سے روشن ہوتے ہیں، وہ دونوں جہانوں میں اللہ کے سوا کسی اور کا مشاہدہ نہیں کرتے، حقیقت کے انوار انھیں شریعت کی پیروی سے نہیں روکتے، اور ناہی شریعت انھیں حقیقت سے، ناہی فرق جمع سے اور ناہی جمع فرق سے، ناہی فناء بقاء سے، اور ناہی بقاء فناء سے محجوب کرتی ہے، بلکہ وہ ہر حقدار کو پورا پورا حق ادا کرتے ہیں، اور ہر حصہ دار کو پورا پورا حصہ ادا کرتے ہیں۔ یہ شاذلیہ سلسلہ کے کاملین وعارفین کی حالت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے ذریعے نفع عطا فرمائے۔ آمین۔

(۱۵) پندرھویں خصوصیت:

ان کے علوم قرآن وسنت سے تائید یافتہ ہوتے ہیں، سیّدنا امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرمایا کرتے تھے: "جب حقیقت کی جہت سے کوئی وارد (نازل) ہوتا ہے، تو میں اس وقت تک قبول نہیں کرتا کہ جب تک دو عادل گواہ یعنی قرآن وسنت اس کی تصدیق نہ کردیں"۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اہل علم نے آج تک اس سلسلہ کے لوگوں پر اعتراض نہیں کیا، حالانکہ ان کی تالیفات اور اقوال ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ دیگر سلاسل کے لوگوں بلکہ اولیاء پر اعتراضات کئے گئے ہیں، کسی کی تکفیر کی گئی، کسی کی تفسیق اور کسی کی تضلیل کی گئی، بلکہ بعض کو قتل بھی کیا گیا، جیسے منصور حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ جہاںتک اس سلسلے کے رجال کا تعلق ہے وہ اتباعِ شریعت میں اہل ثبات وصحو ہیں، انھوں

نے حقیقت کے اسرار کو پوشیدہ رکھا، اور ان میں سے کوئی شے زبان پر نہ لائے، جمع کے بعد مقامِ فرق میں صحو ور سوخ، صحو بعدِ محو، بقاء بعدِ فناء یہ سب کا سب کمال ہی تو ہے۔

(۱۶) سولہویں خصوصیت:

بے شک سیّدنا شیخ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیکل ذاتی اور لطیفہ ربانی تھے، کیونکہ اولیاء میں سے بعض لطیفہ ذاتیہ ہوتے ہیں، جیسے امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے پر تجلی فرماتا ہے، تو اسے اسکے نفس سے فناء کر دیتا ہے، اور اس میں اپنے لطیفہ کو قائم کر دیتا ہے، اور وہ لطیفہ کبھی ذاتی ہوتا ہے اور کبھی صفاتی۔ پس اگر وہ لطیفہ ذاتی ہو تو وہ ہیکلِ انسانی فردِ کامل، غوثِ جامع ہوتا ہے، اور اسی پر وجود کا دارومدار ہوتا ہے، اسے ہی اللہ تعالیٰ ہر موجود پر تصرف عطا فرماتا ہے، اور اس کے ہی وسیلے سے تمام عالم کی حفاظت کی جاتی ہے۔ چنانچہ تمام موجودات کے حقائق اس کے حکم کی پیروی میں ایسی کشش کرتے ہیں کہ جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کشش کرتا ہے، اور ایسا شخص اپنی عظمت کے ذریعہ تمام عالم کو مقہور کر لیتا ہے، اور اپنی قدرت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، اور کوئی چیز اس سے محجوب نہیں رہتی، اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس ولی میں لطیفۂ الٰہیہ از روئے ذات کے خالص ہوتا ہے، حقیتِ ذات اور خلقتِ عبدیت سے غیر مقید ہوتا ہے، اسے موجوداتِ الٰہیہ اور خلقیت کے مراتب میں سے تمام مراتب دیئے جاتے ہیں، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو اسے حقائق کو ان کا حق دینے سے روک سکے، ذات کو روکنے والی وہ چیز ہوتی ہے جو ذات کی تقیید کسی رتبہ یا اسم یا نعت کے ساتھ کر دے، اور اس ولی سے تو یہ ماسِک (روکنے والا عنصر) مرتفع ہو چکا ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ خالص ذات

ہوتا ہے، اور جو خالص ذات ہو، تو عدم مانع کی وجہ سے تمام اشیاء اس کے نزدیک بالفعل ہوتی ہیں نا کہ بالقوۃ، اور بے شک مانع کی وجہ سے اشیاء ذات میں کبھی بالفعل ہوتی ہیں اور کبھی بالقوۃ۔

چنانچہ مانع کا ارتفاع یا تو ذات پر وارد کی وجہ سے ہوتا ہے یا ذات سے وارد کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی لیے جب امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا استاد کون ہے جس سے آپ مدد لیتے ہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "پہلے تو میں ایک ہی سمندر اپنے سردار عبدالسلام ابن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مدد لیتا تھا، اور اب دس سمندروں سے مدد لیتا ہوں۔ پانچ سمندر انسانی ہیں اور پانچ روحانی ہیں، جو انسانی سمندر ہیں وہ (۱) نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، (۲) ابوبکر، (۳) عمر، (۴) عثمان و (۵) علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ اور جو پانچ روحانی ہیں وہ (۱) جبریل، (۲) میکائیل، (۳) اسرافیل، (۴) عزرائیل اور (۵) الروح علیہم السلام ہیں"۔ یہ اس ولی کی صفات ہوتی ہیں، جو حقیقتِ انسانیہ، لطیفۂ ذاتیہ، ہیکلِ ذاتیہ، اور آئینۂ ربانیہ صمدانیہ ہوتا ہے۔ اس گفتگو سے تمھارے سامنے وہ بات ظاہر ہو جائے گی، جس کی طرف ہم نے ذاتیون (ذات والے) کہہ کر اشارہ کیا تھا۔

شاذلیوں کے علاوہ کسی اور کو اس نام سے موسوم نہیں کیا جاتا، اہلِ شطحات اور مجاذیب اس اعلیٰ مرتبہ میں داخل نہیں ہیں، اگرچہ ان سے بکثرت کرامات اور خرق عوائد ظاہر ہوئے ہوں، بلکہ وہ عام اولیاء میں سے ہیں نہ کہ خواص سے۔ کثرتِ کرامات کی وجہ سے لوگ انھیں نسبت میں خاص اولیاء سے ملحق کر دیتے ہیں نہ کہ اتحاد وجوہ میں؛ کیونکہ اولیاء رحمۃ اللہ علیہم میں سے بعض ذاتی ہوتے ہیں، جیسا کہ آپ گزشتہ گفتگو سے ذاتی اولیاء کے معاملے کو سمجھ گئے ہونگے، اور اتحاد وجوہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ

اولیاء میں سے بعض وہ ہیں جو جام کی صورت دیکھتے ہی مدہوش ہوجاتے ہیں، بعض ایک گھونٹ میں اور بعض دو گھونٹ میں ہوش کھو بیٹھتے ہیں، اور بعض وہ ہیں کہ جن کے لیے پوری کائنات فرش سے عرش تک جام بنادی جائے، اور اسے بھر کر پلادیا جائے تب بھی سیراب نہیں ہوتے۔

چنانچہ بڑا عظیم فرق ہے ان میں جو جام دیکھتے ہی مدہوش ہوجائیں، اور ان میں جو ایک دو گھونٹ سے سیراب ہوجائیں، اور ان میں جو پوری کائنات کو جام بنا کر پی لیں اور پھر بھی سیراب نہ ہوں۔ پس عمومی ولایت والے اولیاء وہ ہیں جو جام دیکھتے ہی مدہوش ہوجائیں، اور ان کے بعد شاذلی اولیاء ہیں جو ایک یا دو گھونٹ میں سیراب ہوجائیں، اور جہاں تک اولیاء کاملین کا تعلق ہے تو وہ ایسے حضرات ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فہم اور علم اور اخذ کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ چنانچہ وہ علوم کے خزانوں پر متمکّن ہوگئے، اور ان کے لیے ہر ناطق و موہوم کی حقیقت کھول دی گئی۔ پس وہ اللہ ہی سے، اللہ ہی کی مدد سے، لیتے ہیں۔

سیّدنا امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: "اگر کوئی نیک و بہتر آدمی جو علم کلام میں استغراق رکھتا ہو، وہی ہم سے ان اسرار کو سمجھ سکتا ہے۔ اے لوگو! دوڑو اس شخص کی طرف کہ جسے اللہ تعالیٰ نے انوار کا سمندر بنادیا ہے"۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ: "میں نے اپنی میراث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لی ہے، لہذا مجھے خزائن اسماء پر تمکین حاصل ہوچکی ہے، چنانچہ اگر جن وانس دونوں مل کر میری باتیں قیامت تک لکھتے رہیں، تو وہ دونوں تھک جائیں اور تنگ ہوجائیں، اور میری بات ختم نہ ہو"۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طہارت کے حوالے سے اپنے استاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا: شرک

سے طہارت کو لازم کرلے۔ جب جب تو حادث ہو طہارت کرلے۔ کسی چیز کو اللہ کے ساتھ شریک نہ کر۔ اور دنیا کی محبت کے میل سے بچ۔ جب جب تو خواہشات کی طرف مائل ہو تو، توبہ کی ذریعے اس کی اصلاح کرلے جسے خواہشات کی وجہ سے خراب کیا تھا۔ تو اللہ کی محبت و وقار و پاکیزگی (تنزیہ) کے ساتھ خود پر لازم کرلے۔ اور صحو و سکر کے ساتھ دائمی طور پر محبت کے جام پیتا جا۔ جب جب تجھے افاقہ ہو یا تو بیدار ہو، اور پی لے یہاںتک کہ تیرا ہوش و مد ہوشی (صحو و سکر) اسی کے ساتھ ہو۔ تو اس کے جمال میں محبت سے بھی گم ہو جا۔ اور اس کے جمال کے انوار اور کمال کی تقدیس کی تجلیات میں شراب، شرب، اور جام سب سے گم ہو جا۔ شاید میں ایسے شخص سے بات کر رہا ہوں جو محبت، شراب، شرب، جام، سکر اور صحو کسی کو نہیں جانتا۔

کسی کہنے والے نے ان سے کہا کہ جی ہاں کتنے ہی صحو میں ڈوبے ہوئے اپنے ڈوبنے کو نہیں جانتے۔ پس آپ مجھے پہچان کروادیں اور تنبیہ کردیں اس کے بارے میں، جسے میں نہیں جانتا یا جو مجھے عطا کردی گئی ہیں، اور میں ان سے غافل ہوں۔ میں نے بتایا تھا کہ محبت کی اصل یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے کسی ایسے شخص کے دل کی گرفت ہوتی جس کے دل پر اللہ تعالیٰ اپنے نور جمال اور جلال کے کمال کی تقدیس ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ اور شرابِ محبت سے مراد اوصاف کا اوصاف سے، اخلاق کا اخلاق سے، افعال کا افعال سے، انوار کا انوار سے، اسماء کا اسماء سے، اور خوبیوں کا خوبیوں سے ملا دینا ہے۔ اور اس باب میں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے وسعتِ نظر عطا فرماتا ہے۔ اور شرب سے مراد تہذیب و تادیب کے بعد درجہ بدرجہ دل، پٹھوں اور رگوں کو اس شراب سے سیراب کرنا ہے۔ لہذا ہر ایک کو اپنی قدر کے مطابق

سیراب کیا جاتا ہے۔ پس اولیاء میں بعض کو بلاواسطہ سیراب کیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے معاملے کو چلاتا ہے۔ بعض کو بالواسطہ سیراب کیا جاتا ہے جیسے ملائکہ، علماء اور اکابر مقربین۔ پس ان میں سے بعض وہ ہیں جو جام کو دیکھتے ہی مدہوش ہو جاتے ہیں اور اس کے بعد انھوں نے اس میں کچھ بھی چکھا نہیں ہوتا۔ تمھارا کیا خیال ہے چکھنے کے بعد، شرب کے بعد، سیرابی کے بعد، سکر کے بعد، اور مشروب کے بعد؟ پھر اس کے بعد صحو مختلف مقداروں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح سکر کا بھی معاملہ ہے۔ جام دراصل حق تعالیٰ کا چُلو ہے۔ حق تعالیٰ اس پاکیزہ اور صاف ستھری شراب کا چُلو اپنی مخلوق میں سے اپنے مخصوص بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پلاتا ہے۔

لہذا بعض اوقات پینے والا اس جام کو صورۃ دیکھتا ہے اور کبھی اسے معنوی طور پر دیکھتا ہے اور کبھی علمی طور پر دیکھتا ہے۔ پس صورت اجسام و نفوس کا حصہ ہے۔ اور معنی قلوب و عقول کا حصہ ہے۔ اور علم ارواح اور اسرار کا حصہ ہے۔ ہائے وہ شراب کتنی شیریں ہے! خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے یہ شراب پی اور دائم پیتا رہا اور کبھی اس سے منقطع نہ ہوا۔ ہم بھی اللہ کے فضل سے اس کا سوال کرتے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعتوں والا اور بہت علم والا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ محبین کی ایک جماعت جمع ہو جاتی ہے اور وہ ایک ہی جام سے پیتے ہیں اور کبھی بہت جاموں سے پیتے ہیں۔ کبھی ایک کو ایک ہی جام سے پلایا جاتا ہے اور کبھی اسے ایک زائد جاموں سے پلایا جاتا ہے۔ کبھی ایک ہی جام سے مختلف قسم کی پلائی جاتی ہے، اگرچہ پینے والوں کا جم غفیر ہو۔ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ: "محبت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی

بندے کے دل کو اپنے سواسب سے پھیر کر اپنی طرف کرلیتا ہے۔ پس تو دیکھے گا کہ اس شخص کا نفس طاعت کی طرف مائل ہوجائیگا، اس کی عقل اللہ کی معرفت کے قلعوں میں محصور ہوگی، اس کی روح حضوری میں ہوگی اور اس کا سر مشاہدہ میں ڈوبا ہوگا، اور بندہ مزید طلب کرے گا اسے مزید دیاجائیگا۔ اور اس کی زبان پر لذت سے بھرپور مناجات کھول دی جائیگی۔ چنانچہ اسے قرب کی بساط پر قرب کے حلے پہنائے جائیں گے۔ اور وہ اَن دیکھے حقائق اور معلومہ علوم کو حاصل کرلے گا۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ دلہنیں ہیں اور دلہن کو مجرم نہیں دیکھ سکتے"۔ کسی نے کہا کہ میں نے محبت کو جان لیا۔ مگر محبت کی شراب کیا ہے؟ محبت کا جام کیا ہے؟ ساقی کون ہے؟ ذوق کیا ہے؟ شراب کیا ہے؟ سیرابی کیا ہے؟ سکر (مدہوشی) کیا ہے؟ صحو (ہوش) کیا ہے؟ تو جواباً ارشاد فرمایا: "سنو! شراب محبوب کے جمال سے بلند ہونے والا نور ہے۔ اور جام وہ لطف الٰہی ہے کہ جس کے ذریعے وہ شراب دلوں کے مونہوں تک پہنچتی ہے۔ ساقی سے مراد وہ نگہبان ہے جو مخصوص بڑے اور صالحین کی نگہبانی کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جو تمام مقادیر اور اپنے احباب کے مصالح کو جانتا ہے۔ پس جس کے لیے وہ جمال ظاہر کردیا گیا، اور اسے سانس، دو سانس کے لیے کچھ حصہ دیدیا گیا، پھر اس پر پردہ ڈال دیا گیا، تو وہ ذائق مشتاق یعنی شوق سے چکھنے ولا ہے۔ اور جس کے لیے وہ جمال گھڑی یا دو گھڑی ظاہر رہا تو سچا پینے والا ہے۔ اور جس کے لیے یہ جمال مستقل جاری رہا اور وہ دائمی طور پر پیتا رہا، حتیٰ کہ اس کی رگیں اور جوڑ اللہ تعالیٰ کے انوار سے بھر گئے تو یہ سیرابی ہے۔ ایسا شخص کبھی محسوسات اور معقولات سے غائب ہوجاتا ہے، اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیا کہہ رہا ہے، یا اس سے کیا کہا

جارہاہے۔ لہذا یہ حالت، سکر (مدہوشی) کی ہوتی ہے۔ اور کبھی ایسے اولیاء پر بار بار جام پیش کیے جاتے ہیں، اور ان کے حالات تبدیل ہوتے جاتے ہیں، اور وہ ذکرالٰہی اور نیکیوں کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں، اور مقدورات کی کثرت کے باوجود صفات سے محجوب نہیں ہوتے، تَو یہ وقت ان کے صحو (ہوش) اور وسعت نظر اور زیادتی علم کا وقت ہوتا ہے۔ یہ لوگ اپنی رات میں علم کے ستارے اور توحید کے چاند سے ہدایت لیتے ہیں، اور اپنے دن کو معارف کے سورج سے روشن کرتے ہیں۔ یہ ہی لوگ اللہ والے ہیں اور کان کھول کر سن لو! بے شک اللہ والے ہی کامیاب ہیں"۔

(۱۷) سترھویں خصوصیت:

سیّدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آخری زمانے میں پیدا ہونگے ان کا ولایت میں رتبہ ایسا ہی ہوگا کہ جیسا سیّدنا امام ابوالحسن علی الشاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ کیونکہ توحّدِ مقام کے سبب یہ دونوں بزرگ (امام مہدی اور امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہما) اللہ کے خلیفہ، اس کی ذات کے ہیکل، لطیفۂ الٰہیہ اور ذاتِ صمدانیہ سے ہیں۔ چنانچہ توحّدِ مقام کے سبب امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کرنا، امام مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کے مترادف ہے ۔ ہاں البتہ امام مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں اللہ تعالیٰ نے حجت قائم کرنے اور ضرورت کو ظاہر کرنے کو دعوۃ الی اللہ بالسیف بھی جمع فرمادی۔ اور یہ مرتبہ عصمت ہے، جس سے اللہ کے نبی یا اللہ کے خلیفہ کے سوا کوئی متّصف نہیں ہوسکتا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی نے کہا یاخلیفۃ اللہ ! (اے اللہ کے خلیفہ) تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "میں اللہ کا

خلیفہ نہیں ہوں، بلکہ میں محمد ﷺ کا خلیفہ ہوں"[۱]۔ اللہ کے خلیفہ توامام مہدی[۲] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہونگے، جو امت محمدیہ کی اس بلندی کے خاتم ہونگے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہ نہیں

---

(۱) مسند أحمد، مسند الخلفاء الراشدين مسند أبي بكر الصديق رضي الله تعالى عنه (حديث رقم: ۵۹) میں یہ روایت ان الفاظ میں ہے:

۵۹- عن ابن أبي مليكة، قال: قيل لأبي بكر: "يا خليفة الله. فقال: أنا خليفة رسول الله ﷺ، وأنا راض به، وأنا راض به، وأنا راض به".

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا گیا: اے اللہ کے خلیفہ، تو آپ نے فرمایا کہ "میں رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ ہوں۔ اور میں اس پر راضی ہوں، اور میں اس پر راضی ہوں، اور میں اس پر راضی ہوں"۔

(۲) حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر خلیفۃ اللہ کا اطلاق ابن ماجہ کی درج ذیل روایت سے ثابت ہے:

عن ثوبان، قال: قال رسول الله ﷺ: «يقتتل عند كنزكم ثلاثة، كلّهم ابن خليفة، ثمّ لا يصير إلى واحد منهم، ثمّ تطلع الرايات السود من قبل المشرق، فيقتلونكم قتلاً لم يقتله قوم». ثمّ ذكر شيئاً لا أحفظه، فقال: «فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنّه خليفة الله، المهدي». ("سنن ابن ماجه"، كتاب الفتن).

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "تمھارے خزانے کے پاس تین شخص جنگ کریں گے، یہ تینوں خلیفہ کے لڑکے ہوں گے۔ پھر بھی یہ خزانہ ان میں سے کسی کی طرف منتقل نہیں ہوگا، اس کے بعد مشرق کی جانب سے سیاہ جھنڈے نمودار ہوں گے، اور وہ تم سے اس شدت کے ساتھ جنگ کریں گے کہ اس سے پہلے کسی قوم نے اس قدر شدید جنگ نہ کی ہوگی"، (راوی حدیث یعنی حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں) کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے کوئی بات بیان فرمائی (جس کو یہ سمجھ نہ سکے) یعنی پھر اللہ کے خلیفہ مہدی کا ظہور ہوگا۔ پھر فرمایا کہ "جب تم لوگ انہیں دیکھنا تو ان سے بیعت کر لینا، اگرچہ اس بیعت کے لیے برف پر گھسٹ کر آنا پڑے، بلاشبہ وہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہوں گے"۔

ہونگے مگر صرف اہل بیت النبی ﷺ سے، وہ اپنے جدامجد سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کے وارث ہونگے، جیساکہ ان کے جدامجد سیّدنا علی -کرم اللہ وجہہ- خاتم الانبیاء ﷺ کے علوم کے وارث تھے۔

چنانچہ ان کے بیٹے سیّدنا امام مہدی علیہ السلام میں ختم ولایت کا ایسے ہی اثر ظاہر ہوا، جیساکہ نبیٔ کریم ﷺ میں ختم نبوت کا اثر ظاہر ہوا، اور جہاں تک امام ابوالحسن شاذلی کا تعلق ہے، توآپ کی خلافت معنوی خلافت ہے، جیساکہ آپ کے دادا جان سیّدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تھی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سلسلے میں مزید گفتگو اسی رسالے میں اس کے محل میں کی جائے گی۔

(۱۸) اٹھارویں خصوصیت:

یہ بات ثابت نہیں ہے کہ سلسلۂ شاذلیہ کے مشائخ میں سے کسی شیخ کا مرید مجذوب ہوکر اپنے احساس سے غائب ہوگیا ہو، اوراس نے اپنے عالمِ جنس سے فنا ہوکر اسرارِ حقیقت کی ہتک کی ہو، اور شریعتِ مطہرہ نے جس کے اظہار سے منع کیا ہوا سے ظاہر کردیا ہو۔ یہ بات صرف اور صرف مشاہدہ کی کمزوری کی وجہ سے صادر ہوتی ہے۔ یاتوشیخ کی جانب سے کمزوری ہوتی ہے کہ شیخ اس مرید کو ایسے انوار کی طرف بڑھادیتا ہے، کہ اس مقام میں عدم تمکین کی وجہ سے جنھیں برداشت کرنے کی طاقت اس شیخ میں نہیں ہوتی، یا مرید کی کمزوری کی وجہ سے یہ صورت حال پیش آتی۔ یعنی مرید میں شیخ کے انوار کا سامنا کرنے کی استعداد نہیں ہوتی، اور اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یاتومرید میں مجاہدہ کی کمی ہوتی ہے، یامرید اپنی خواہشات نفسانی کے ساتھ ہوتا ہے، یانفس کے بقایاجات کی وجہ سے، یا اپنے ابنائے جنس سے تعلقات کی وجہ سے صفاکی

کمی ہوتی ہے، یا اس میں ابھی اشیاء کی صورتیں منطبع ہونے کی وجہ سے روح کمزور ہوتی ہے۔ چنانچہ اس میں انوار کو اٹھانے کی طاقت نہیں ہوتی۔

جبکہ اس کے مقابلہ میں طائفہ شاذلیہ ربانی اور محمدی ہے، حتیٰ کہ اگر ان میں سے کسی پر فتوحات نازل ہوتی ہیں، تو اسے مقامِ فناء وبقاء حاصل ہوجاتا ہے، اور وہ اس نبی کا وارث ہوجاتا ہے کہ جس کے قدم پر وہ ہوتا ہے۔ اور وہ نبی (جس کے قدم پر یہ ہوتا ہے) اس ولی اور نبیٔ کریم ﷺ کے درمیان امداد کے لیے واسطہ بن جاتا ہے۔ اور جب بعد میں یہ ولی براہِ راست نبیٔ کریم ﷺ سے لینے کے قابل ہوجاتا ہے، تو وہ طریقۂ شاذلیہ کے محمدی اولیاء کے ساتھ ملحق ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اولیاء سے نفع پہنچائے۔ البتہ اس طائفۂ شاذلیہ کی زبان سے بعض اوقات حالتِ جذب میں بعض انبیائے کرام کا ذکر سننے کو ملتا ہے، تو وہ دراصل ان کے تلون اور عدم تمکن کی صورت میں ان کے ضعفِ انوار اور سلطانِ حال کے غلبہ کی وجہ سے ہوتا ہے؛ کیونکہ ولی جب زیادہ پیتا ہے، تو از روئے صحو زیادہ ہوجاتا ہے، اور صحو زیادہ ہوتا ہے تو از روئے سکر کے بڑھ جاتا ہے۔ جوں جوں اسے جام پہ جام ملتے ہیں تو حضرتِ قدس سے اس پر انوار فائض ہوتے ہیں، جیسا کہ ہم نے حضرت عبد السلام ابن مشیش رحمۃ اللہ علیہما کے کلام کے حوالے سے ذکر کیا جو کہ سکر، صحو، شرب، جام وغیرہ کے حوالے تھا۔

اس کلام پر غور کر، وہ تیرے لیے اس باب میں بہت نفع بخش ہے۔ لہٰذا تُو اس کلام کو دوبارہ دیکھ۔ ہمارے ایک بھائی کے ساتھ یہ واقع پیش آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں منتخب کرنے کا ارادہ کیا، تو انھیں اپنے مجاہدے اور سیر کی ابتداء سے انتہا تک بکثرت نبیٔ کریم ﷺ کی جاگتے میں زیارت ہونے لگی۔ اور یہ مقامِ استشراق

ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کی ملاقات سیّدنا موسیٰ اور ابراہیم علیہما السلام سے بھی ہوئی۔ اس نے ان دونوں انبیاء علیہما السلام کے ہاتھ بھی چومے, اور انھوں نے اس کے لیے دعا بھی فرمائی۔ اس کے بعد اس بھائی نے ایسے معاملات دیکھے جنہیں غیرِ اہل کے سامنے ظاہر کرنا جائز نہیں ہے، پھر اس کے بعد انہیں مقامِ فناء حاصل ہوگیا، جو کہ جمعِ محض ہے۔ ان کا سکر دائمی ہوگیا، ان کے اوصاف کمزور پڑ گئے، ان کے اسماء فنا ہو گئے، یہاںتک کہ وہ اپنے احساس سے گم ہو گئے، اور وہ اپنی فناء سے بھی فناء ہو گئے۔

پس عنایتِ ربانی نے انھیں تھام لیا، اور دستِ قدرت نے انہیں سنبھال لیا، اور انھیں عالمِ احساس کی طرف لوٹا دیا، اور انہیں رب سے رب ہی کی طرف لوٹا دیا، اور یہ ہی مقام جمعِ محمدی ہوتا ہے۔ اور یہ ہی مقامِ بقاء بعدِ فناء، فرق بعدِ جمع، اور صحو بعدِ سُکر ہے۔ اور اس شخص نے اسرارِ حقیقت میں سے کسی شی کو ظاہر نہیں کیا، اور جو کچھ میں نے ذکر کیا فقیر (راقم الحروف) کے بھی یہ ہی احوال ہیں، سوائے یہ کہ وہ ان دو انبیاء کرام علیہما السلام کے قدم پر ہے جن کے ساتھ اس کی ملاقات ہوئی، جب اس پر حقیقت کی تجلی ہوئی تھی، اور ایسا اس سلسلۂ شاذلیہ میں بہت کم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ابتداء سے انتہا تک پورے پورے محمدی ہوتے ہیں، اور عنقریب میں امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وہ قول بیان کرونگا جو بعض اولیاء کے اس قول کے بارے میں ہے کہ ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔

امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "جان لو! کہ وہ علوم جن کی وجہ سے ان کے حاملین کی ثناء کی جاتی ہے، تو وہ اہلِ تحقیق کے نزدیک اندھیرا ہے۔ اہل تحقیق وہ ہیں جو ذات کے سمندر کے جھونکوں اور صفات کی باریکیوں میں غرق ہیں، اور وہ اس مقام میں بلا ارادہ کے ہیں، وہ ہی خاص بلندی والے ہیں، جو انبیاء اور رسل علیہم السلام کے ساتھ ان کے

مراتب میں شریک ہوئے، اگرچہ انبیاء اور رسل کے مراتب بہت بلند ہیں، مگر اولیاء کا اس میں کچھ حصہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر نبی اور رسول کا اس امت میں سے ایک وارث ضرور ہے، اور ہر وارث کی قدر مُورث سے ملنے والی وراثت کے مطابق ہوتی ہے "۔

نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **"علماء انبیاء کے وارث ہیں"**۔ اور ہر وارث کا اپنے مُورث کی وراثت میں معلومہ حصہ ہوتا ہے، تاکہ وہ ازروئے علم وحکمت اپنے مُورث کے قائم مقام ہو سکے نہ کہ ازروئے تحقیقِ مقام وحال؛ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے حقائق تو اس قدر بلند ہیں کہ کسی غیر میں ان کی تاب نہیں، ہر وارث اپنی قدر و منزلت میں مُورث کے جیسا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ ۘ﴾[1] ترجمہ: "ہم نے رسولوں کو بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے"۔ پس جس طرح اللہ نے انبیاء و رسل کو بعض کو بعض پر فضیلت دی، اسی طرح بعض اولیاء کو بعض پر فضیلت دی۔ انبیاء حق کا چشمہ ہیں، اور ہر چشمہ سے اس کی مقدار کے مطابق امداد طلب کی جاتی ہے۔ ہر ولی کے لیے ایک مخصوص مادہ ہوتا ہے، چنانچہ اولیاء بھی دو اقسام کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک قسم انبیاء کے ابدال (یعنی انبیاء کے وراث یا نائب) اور ایک قسم رسولوں کے ابدال (یعنی رسولوں کے وراث یا نائب) ہیں۔ انبیاء کے ابدال صالحین ہوتے ہیں، اور رسولوں کے ابدال صدیقین ہوتے ہیں۔

پس جس طرح صالحین اور صدیقین میں تفضیل کی نسبت ہے، اسی طرح انبیاء اور رسل میں بھی ہے۔ اسی طرح ایک طائفہ اپنا مادہ رسول اللہ ﷺ سے لینے میں

---

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۵۳۔

منفرد ہے، اور وہ اس مادے کو یقین کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، لیکن وہ قلیل ہیں۔ لیکن علی التحقیق وہ کثیر ہیں؛ کیونکہ ہر نبی اور ولی کا مادہ رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اولیاء میں بعض وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور بعض پر آپ ﷺ کا عین اور مادہ مخفی رہتا ہے۔ پس وہ خود پر ہونے والی واردات میں فنا ہوتا ہے، اور اپنے مادہ کے بارے میں مشغول نہیں ہوتا، بلکہ وہ اپنے حال میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ کسی اور کو نہیں دیکھتا، اور اولیاء میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو نورالٰہی کے ذریعے مدد کئے جاتے ہیں، چنانچہ وہ اسی کے واسطے سے نظر کرتے ہیں، حتی کہ وہ ازروئے تحقیق خود کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ ان اولیاء کی کرامت ہوتی ہے جس کا انکار وہی کریگا جو اولیاء کی کرامات کا منکر ہو، ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں عرفان کے بعد انکار سے۔

یہ اولیاء ایسا طریق اختیار کرلیتے جسے ان کے سوا کسی اور نے نہیں اختیار کیا ہوتا، اور طریق بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک خاص اولیاء کا طریق، اور دوسرا عام اولیاء کا طریق۔ خاص اولیاء کے طریق سے مراد وہ محبوب اولیاء ہیں جو ابدالِ رسل ہیں۔ اور عام اولیاء کے طریق سے مراد وہ محبوب اولیاء ہیں جو ابدالِ انبیاء ہیں، پس ان سب پر سلام ہو۔

(۱۹) انیسویں خصوصیت:

اہل اللہ کے نزدیک "سلسلۃ الذھب" (سنہری زنجیر) کا اطلاق صرف سلسلۂ شاذلیہ پر کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اسی سلسلے میں اقطاب کا تسلسل ہے، اور انھیں کے ذریعے یہ سلسلہ آگے بڑھا ہے۔

(۲۰) بیسویں خصوصیت:

شاذلی بزرگ نہ خود کو چھپاتے ہیں اور نہ ہی اپنی ولایت کو، امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مصر کی گلیوں میں بادشاہوں کی طرح چلا یا کرتے تھے، آپ کے آگے علم بلند کئے جاتے تھے، اور کہنے والا کہتا تھا کہ جو قطب کی تلاش میں ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مل لے؛ کیونکہ حق تعالیٰ نے انھیں ظاہر کیا تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں، وہ صرف وہی اختیار کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کے لیے اختیار فرماتا ہے، وہ خفاء کے بدلے ظہور کو اختیار نہیں کرتے، اور نہ ہی ظہور کے بدلے خفاء کو اختیار کرتے ہیں؛ کیونکہ یہ سب باتیں نفس کی رعونات اور چالاکیوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

شیخ احمد بن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جو ظہور سے محبت رکھتا ہے وہ ظہور کا بندہ ہے، اور جو خفاء سے محبت رکھتا ہے وہ خفاء کا بندہ ہے، اور جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کا بندہ ہے، اب اللہ کی مرضی ہے کہ وہ اسے ظاہر کرے یا مخفی کرے۔ ہاں جو خفاء پر ظہور کو ترجیح دیتا ہے تو یہ اس کے حبِ ریاست کی دلیل ہے، اور جو ظہور پر خفاء کو ترجیح دیتا ہے تو اس کے لیے مقامِ تفویض میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

(۲۱) اکیسویں خصوصیت:

بے شک سلسلہ شاذلیہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ غناء اور اللہ کے غیر سے فقر پر مبنی طریقہ ہے، یہ لوگ سلفاً اور خلفاً ہمیشہ سے سنتِ نبویہ، خلفاء راشدین، تابعین اور سلفِ صالحین کے طریق پر قائم ہیں، اور وہ پیوند لگے کپڑے (گدڑی) پہننا ہے، اور یہ سادگی کی صورت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر چیز میں سادگی

پسند فرماتے تھے حتّٰی کہ ارشاد فرمایا: "سادگی ایمان میں سے ہے"[۱]۔ یعنی ایمان کامل کا حصہ ہے۔ اسی لیے تمام اہل اللہ تمام کاموں میں کر ختگی کو پسند کرتے ہیں، حتّٰی کہ اپنے کھانے، پینے، پہننے، سواری اور رہائش میں بھی اور اس طرح وہ اپنی زندگی میں کدورت سے پاک ہوجاتے ہیں، اور اس سے نظر کا میل بھی صاف ہوجاتا ہے۔ چونکہ باطن کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے تقوی ہی اصل ہے، اس لیے تمام کاموں میں عزیمت کو اپنانا اور ظاہر شریعت پر عمل ہی کرنا ہی اہل سلوک کا طریقہ رہا ہے۔ چنانچہ اہل سلوک چھٹکارے کے اسباب میں لگ گئے، پس انھوں نے اِسے دنیا سے زہد اختیار کرنے میں پایا، چنانچہ انھوں نے اہل دنیا کو چھوڑ کر، اس پر مدد حاصل کی۔ نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "تو دنیا میں زہد اختیار کر اللہ تجھ سے محبت کریگا، تو اس سے زہد اختیار کر جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے"[۲]۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "دنیا میں زہد اختیار کرنا، دل اور بدن کو راحت

---

(١)عَن أبي أُمَامَة إِياس بن ثعلبة قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «أَلَا تَسْمَعُونَ؟ أَلَا تَسْمَعُونَ أَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ أَنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْإِيمَانِ؟». رَوَاهُ أَبُو دَاوُد

ترجمہ: ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سنو! سنو! سادہ لباس ایمان کا حصہ ہے، سادہ لباس ایمان کا حصہ ہے"۔

(٢)عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُولَ الله، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ، فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ». "سنن ابن ماجه".

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے پاس ایک شخص نے آکر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جسے میں کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے، =

دیتا ہے"[۱]۔ امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حکومت کے بڑے لوگوں میں سے ایک شخص میرے پاس آیا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ میں نے آپ کا کوئی بڑا عمل نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا کہ صرف ایک خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض کی تھی، میں نے وہ اپنالی ہے۔ اس نے کہا وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم لوگوں سے اور تمھاری دنیا سے اعراض کرنا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ: ﴿ فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی ۬ۙ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَ لَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ﴾[۲] "تو ان سے منہ پھیر لے جنھوں نے اللہ کے ذکر سے منہ پھیر لیا ہے، اور وہ دنیا کی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتے"۔

چنانچہ اہل سلوک کو اس کے نتیجے میں اللہ کی طرف پیش قدمی اور اللہ کے غیر سے اعراض میسر آگیا۔ اور چونکہ وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں داخلہ چاہتے ہیں، اور انہیں معلوم ہے کہ بندہ اس وقت تک اللہ کی بارگاہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اہلِ دنیا کا سا لباس پہنے ہو، جیسا کہ میت اللہ کی بارگاہ میں اہلِ دنیا کے لباس کے بجائے

=

اور لوگ بھی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا سے بے رغبتی رکھو، اللہ تم کو محبوب رکھے گا، اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ، تو لوگ تم سے محبت کریں گے"۔

(۱) «الزهد في الدنيا يريح القلب والبدن، والرغبة فيها تكثر الهم والحزن، والبطالة تقسي القلب». "الجامع الصغير" للسيوطي، رقم الحديث: ٤٥٩٦.

ترجمہ: "دنیا میں زہد اختیار کرنا دل اور بدن کو راحت دیتا ہے، اور اس میں رغبت کرنا فکر اور غم کو بڑھا دیتا ہے، اور بے کاری دل کو سخت کرتی ہے"۔

(۲) سورہ النجم آیت ۲۹۔

اہلِ آخرت کے لباس میں لائی جاتی ہے، یعنی کفن میں اور کفن اہلِ دنیا کے لباس سے مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح اہلِ اللہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کا ارادہ کرتے ہیں تو ماسوی اللہ سے دور ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلا جو کام کرتے ہیں وہ دنیا کی زینت ترک کردیتے ہیں اور پیوندوالا لباس پہن لیتے ہیں یہاںتک کہ میت کے مشابہ ہوجاتے ہیں، کیونکہ وہ اہلِ دنیا کا لباس چھوڑ چکے ہوتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں خود ان کے نفس کی اہمیت ان کی نگاہ سے گر جاتی ہے اور وہ خود کو اپنے جیسے انسانوں میں تعظیم کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ چنانچہ جب وہ اپنے نفس کے بارے میں بے پرواہ ہوجاتے ہیں تو نتیجہ میں اپنے جیسے دیگر انسانوں کی بھی پروانہیں کرتے ۔ پس وہ ان سے ایسا بھاگتا ہے کہ جیسے سامری جادوگر کے چھولینے کے ڈر سے بھاگتا ہے۔ اور وہ لوگوں کو اپنی زبان حال سے پکارتا ہے کہ وہ چیز جسے تم مجھ سے ناپسند کرتے ہو، میرے دل کو وہی پسند ہے۔ پس اس حالت کے نتیجہ میں انہیں عدمِ تکلف اور بوجھ کی خفت حاصل ہوجاتی ہے۔ لہذا وہ صرف اتنے کپڑوں پر اکتفاء کرلیتے کہ جس سے ستر ڈھانپا جاسکے اور سردی و گرمی سے بچا جاسکے۔ اگر وہ اس سے زیادہ کریں تو ایسی بیماری میں پڑجائیں جس کا کوئی علاج نہیں سوائے یہ کہ اللہ تعالیٰ بچالے، یعنی لباس اور اس سے متعلقات کی شہوت۔ جنہیں اللہ تعالیٰ سے غفلت اختیار کئے بغیر نہیں حاصل کیا جاسکتا۔

اور جہاں تک ان اشیاء کے اسباب سے تعلق کا مسئلہ ہے تو اس کے لیے کم ازکم حرام یا مکروہ میں ضرور گرفتار ہونا پڑیگا۔ جیسے اس چیز کی طمع کرنا جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہے تو اس کے نتیجے میں اسے لوگوں کے لئے تکلفات کرنا پڑیں گے تاکہ ان سے وہ لے سکے جو ان کے ہاتھوں میں ہیں۔ اور یہ بہت خطرناک بیماری ہے۔

المختصر اہلُ اللہ خواہ اہلِ ہدایت ہوں یا اہلِ نہایت، تمام صرف اسی پر اکتفاء کرتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ہو اور وہ اتنا لباس ہے کہ جس سے ستر ڈھانپا جاسکے اور اس میں خرچہ بھی کم ہے۔ اور جو ستر کو ڈھانپنا چاہتا ہو اس کے لیے تھوڑا سا لباس بھی کافی ہے۔ اس کام سے اہلُ اللہ کا مقصود اپنی ہمت کو اللہ کے لیے جمع کرنا ہے۔ اور یہ کام صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب اپنے نفس کی لذتوں، مُعتاد اشیاء اور شہوات کو ترک کردیا جائے وگرنہ یہ کام کبھی نہ ہوسکے، اب ہم پھر اپنے موضوع یعنی سنت کے لباس کی طرف لوٹتے ہیں۔ لباسِ سنت سے مراد مُرَقَّع یعنی پیوند لگا لباس ہے جسے سرکار دوعالم ﷺ اور آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام نے زیب تن فرمایا۔ اس کے پہننے والے کے لئے اتنا شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کی قوم کے بارے خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ٘ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْنَا بِعَزِیْزٍ﴾[۱] "اگر آپ کا گروہ نہ ہوتا تو ہم آپ کو رجم کردیتے۔ آپ ہمارے مقابلے میں مضبوط نہیں ہیں"۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں وارد ہونے والے "رھط" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد پیوند لگا لباس ہے اور وہ کھال سے بنا ہوا تھا۔

انبیاء علیہم السلام ایسا لباس پہنتے تھے جو جلد سے بنا ہو اور اس پر بال صاف کئے گئے ہوں۔ سیّدنا موسیٰ علیہ السلام جب مناجات کے لیے چلے تھے تو اس وقت آپ کے قدم مبارک میں بال صاف کی گئی جوتیاں تھیں جو گدھے کی کھال سے بنائی گئی تھیں۔ جب

---

(۱) سورہ ھود آیت ۹۱۔

رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمیں وہ لباس دکھائیں کی جس میں رسول اللہ ﷺ نے وصال فرمایا۔ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اون کا جبہ مبارک نکالا جو اوپر تلے تہہ لگا ہوا تھا اور مختلف رنگ کے دھاگوں سے سِیا گیا تھا۔ ام المومنین نے فرمایا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی محبت میں سارا مال خرچ کر دیا تھا حتی کہ آپ نے صرف چادر پہنی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، اور اسی میں خطاب فرماتے تھے۔ آپ کے لباس میں چودہ پیوند تھے اور ان میں سے ایک چمڑے کا پیوند تھا۔ اور یہ ہی لباس پہن کر آپ شام تشریف لے گئے تھے حالانکہ آپ امیر المومنین تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی کہ کاش آپ اس لباس کو تبدیل کر کے کوئی اور لباس پہن لیتے۔

چنانچہ آپ نے خوش اخلاقی کے طور پر ان کی بات مان لی اور کچھ دیر دوسرا لباس پہننے رکھا مگر کچھ دیر بعد آپ نے وہی پیوند والا لباس پہن لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میرے نفس نے مجھ پر انکار کیا ہے۔ جب آپ دوسری مرتبہ ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شام تشریف لائے تو اس وقت بھی آپ نے پیوند لگا لباس پہننا ہوا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ کے لباس پر اعتراض کیا اور ان میں ابوعبیدہ بھی شامل تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ اے امیر المومنین آپ اس لباس کو اتار دیں کہیں اہل شام ہمارے بارے میں دھوکہ میں نہ پڑ جائیں۔ لہذا آپ نے غضب کا اظہار فرمایا اور کہا کہ اللہ کی قسم! اے ابوعبیدہ آپ کے بجائے کوئی اور ہوتا تو میں اسے اہل اسلام کے لیے عبرت

بنادیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہل شام کے ذریعے سے عزت نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے نبی ﷺ کے طفیل عزت عطافرمائی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آپ کی خلافت کے زمانے میں اعتراض کیا گیا جب آپ نے پیوندلگا تہبند پہنا تھا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن اسکی پیروی کریگا اور اس کے دل میں خشوع پیدا ہوگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دوعالم ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ میں لباس پہنا تھا اور پھر اس میں پیوند لگانے لگے حتیٰ کہ خود نبی کریم ﷺ نے اسے تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پیوندلگا لباس پہننا کرتے تھے۔ جب وہ رفع حاجت کے لیے جاتے تھے اسی کپڑے سے پردہ کرتے تھے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا تو آپ کے لباس میں چالیس پیوند تھے حالانکہ سالانہ آپ کا وظیفہ چار ہزار تھا۔ اسی طرح کا لباس حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد ماجد کے ہاتھ سے پہنا تھا۔ اسی طرح کا لباس حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں سے پہنا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بالوں والا لباس پہنا کرتے تھے۔ پھر اسی میں رات گزارتے، اسی میں زمین پر بلا حائل نماز پڑھتے تھے حالانکہ آپ وقت کے سلطان تھے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی قسم کا لباس اپنے ماموں سری سقطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ سے پہنا۔ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلہ سے یہ ہی لباس حضرت امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچا۔ پھر ایسا ہی لباس امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اپنے شیخ عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا جو انھیں اپنے شیخ عبدالرحمٰن المدنی العطار سے اور انہیں اپنے مشائخ سے اور انہیں حضرت جابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اور انھیں سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے۔

پھر اسی قسم کا لباس امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بواسطہ مشائخ حضرت ابو مدین غوث سے اور انھیں محی الدین سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا۔ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ ہی لباس حضرت سیدنا محی الدین ابن العربی الحاتمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملا۔ پھر امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی قسم کا لباس اپنے سجادہ نشین امام ابوالعباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پہنایا، انھوں نے اپنے شاگرد احمد بن عطاء اللہ اِسکندری کو پہنایا، اور یہ سِلسلہ بسلسلہ ہوتا ہوا قطب سیدی احمد زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچا اور ان سے ہوتا ہوا سیدی علی جمل عمرانی فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچا اور ان کے ہاتھوں سے قطب ربانی، عارف صمدانی مولاناالعربی بن احمد الدر قاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پہنا۔ عنایت کے ہاتھ سعادت کے انوار کے ساتھ ہمیشہ اس لباس کو منتقل کرتے رہے یہاں تک اسے غوث زمان، قطب اہل عرفان، شیخ سیدی حمزہ ظافر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک پہنچادیا۔

آپ کا طریقہ سالکین کے لیے معراج تھا اور ہدایت کے طلب گاروں کے لیے سورج کے انوار کے مثل تھا۔ پھر اس فقیرِ حقیر، اپنے عجز و تقصیر کا اعتراف کرنے والا، ان صفحات کا لکھنے والا محمد بن محمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن فاسی اَزروئے خرقہ وِ ارادت کے مدنی اور ازروئے طریقت کے شاذلی، نے اپنے استاد کے ہاتھوں ۱۲۴۲ ہجری میں پہنا۔ اور ان کے ہاتھوں ایک جم غفیر نے خرقہ ارادت پہنا۔ ہمارے استاد کے استاد یعنی سیدی العربی الدر قاوی کا انتقال ۱۲۴۰ میں، مغرب اقصیٰ کے ایک علاقہ جس کا نام بنی زروال میں ہوا۔ یہ جگہ شہر فاس سے قریب ہے۔ دونوں کے مابین دو مرحلوں کا فاصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قبیلہ بنی زروال میں بڑی برکت رکھی ہے۔ اس میں چار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد شامل ہیں۔ سیدی عربی درقاوی کا مزار شریف

اس علاقے میں مشہور و معروف ہے۔ ہمارے استاد محترم سیدی حمزہ ظافر مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے پیر کے انتقال کے وقت ان کی بارگاہ میں حاضر تھے اور ان کی گود ہی میں دادا مرشد کا انتقال ہوا۔ پیر کے وصال کے بعد شیخ حمزہ ظافر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مغرب اقصیٰ سے نکل کر طرابلس تشریف لے آئے اور یہاں دعوت الی اللہ کا کام شروع فرمایا۔ آپ کے دامن سے علماء، صلحاء، سرکاری عہدہ دار، قاضیانِ وقت، ائمہ، خطباء، اہل فضل میں سے سادات کرام، اشرافِ زمانہ، شہری اور دیہاتی ہر قسم کے لوگ بکثرت وابستہ ہوئے۔ سب سے پہلے جس نے آپ سے تلقین حاصل کی وہ عالمِ وقت، علامہ، فہامہ، علماءِ اعلام کی نسل، فضل وکرم کے چشمہ، قاضیوں اور مولفین کے گھر، انصار کی نسل، شیخ سیدی محمد بن محمد عسوس نایب اندلسی انصاری، اور ان کے بھائی منصف وعادل قاضی سیدی عبدالکریم عسوس اور ان کے بھائی شیخ سیدی احمد بن محمد عسوس اور ان کے بھائی شیخ سیدی حسن بن محمد عسوس، اور شیخ سیدی عالم علامہ فہامہ، بلند نور حسن تتلی اور امام علامہ، فہامہ سیدی محمد عطر شی اور ان کے مثل دیگر لوگ تھے۔

پس سلسلہ پھیل گیا اور حقیقت کے عَلَم ظاہر ہوگئے اور شیخ کے ہاتھوں طرابلس کی زمین میں اس کی شاخیں بڑھنے لگی۔ اور شیخ کی برکت سے اہلیانِ علاقہ پر خصوصی فضل ظاہر ہوا، یہاںتک کہ شہری، دیہاتی، دُوردَراز اور پہاڑوں کے باسی بھی شیخ سے متعلق ہوگئے۔ اور آپ کا سلسلہ فزان، سودان، اور برنو کی سرزمین تک پہنچ گیا۔ پھر اس کے بعد تونس میں بھی سلسلہ پہنچ گیا۔ یہ سلسلہ اس طرح عام ہوگیا کہ جس طرح آسمان میں سورج کی روشنی اور اندھیری رات میں بھڑکتی ہوئی شمع کی آگ۔ ہر طرف اللہ کا ذکر پھیل گیا اور دورو نزدیک سے لاالہ الااللہ کی صدائیں سنائی دیتی

تھیں۔ اللہ تعالیٰ شیخ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی جانب سے جزاء خیر عطا فرمائے۔ اہل مغرب میں سے جن حضرات نے ہمارے استاد مولانا العربی درقاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں جبہ پہنا ان میں سیدی محمد البوزیدی شامل ہیں۔ پھر سیدی محمد بوزیدی کے ہاتھوں سے خلق کثیر نے جبہ پہنا۔ یہ مولانا عربی درقاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات میں ہوا۔ ان میں شریف عفیف شیخ سیدی احمد بن عجیبہ الحسنی بھی شامل ہیں۔ آپ اپنے زمانے کے مشہور و معروف علماء کرام میں سے تھے۔ آپ کی کئی تالیفات ہیں، جن میں قرآن عظیم کی دس جلدوں پر ظاہری و باطنی تفسیر ہے۔ "حِکَمِ عطائیہ" کی شرح، "درود عبدالسلام بن مَشِّیش" کی شرح، "اجرومیہ" کی تصوف میں شرح، "مباحث اصلیہ" کی شرح اور دیگر کتب شامل ہیں۔ اسی طرح سیدی احمد بن عجیبہ کے بھائی شریف حسیب ہاشمی بن عجیبہ نے بھی مولانا عربی درقاوی سے جبہ پہنا۔ اسی طرح علامہ فہامہ، علماءِ اعیان میں معروف سید شریف محمد حراق نے بھی مولانا عربی درقاوی سے جبہ پہنا۔ شیخ محمد حراق بڑے اہل فضل واحسان میں سے تھے اور آپ کا تصوف میں انتہائی بہترین کلام بھی ہے جس میں آپ نے عظیم اشارات فرمائے ہیں۔ ان کا ایک دیوان ہے جس میں آپ نے طریقت کے اسرار اور لطیف اِشارات بیان فرمائے ہیں۔

آپ اپنے زمانے کے علماء کے سردار اور یکتائے زمانہ تھے۔ بلاد مغرب میں آپ اِتنی شہرت کے حامل تھے کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں تھے۔ اسی طرح قطب ربانی شیخ سید احمد بدوی فاسی، علامہ فہامہ، شریف عفیف شیخ سیدی احمد غماری، قطبِ وجود، استادِ کل، بحرِ رافق، سرِناطق، کامل اشارات اور معارفِ ربانیہ والے شریف حسیب نسیب مولانا عبدالواحد دباغ اور ان کے مثل دیگر بڑی بڑی شخصیات نے مولانا عربی

دَر قاوی کے ہاتھوں جبہ پہنا۔ بلکہ یوں کہنا درست ہے اتنے علماء وصلحاء نے آپ کے ہاتھوں جبہ پہنا کہ جنہیں گنا نہیں جاسکتا۔ ہاں البتہ جو میں نے چند نام ذکر کئے وہی سمجھنے کے لیے کافی ہے کہ وہ سب اہلِ مغربِ اقصیٰ کے سردار تھے۔ میں نے اس موجیں مارتے سمندر سے ایک قطرہ بیان کیا ہے۔ اور جب قطب زماں، غوث وقت سیدی عربی در قاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا تو آپ نے اپنے مریدین میں سے اہل تجرد چھوڑے تھے، جن کے پاس دنیا کا مال ودولت بالکل نہیں تھا، ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ اور جہاں تک وہ مریدین جو اہلِ اسباب تھے وہ مغرب اَقصیٰ کی پوری عوام تھی۔ یہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وارث ہیں کہ شاید ہی کوئی اس میں ان کی مشارکت کرسکے۔ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جب مصر میں داخل ہوئے تو آپ کے ساتھ وہ مریدین جو اسباب سے عاری تھے اور وہ اہل تجرد میں سے، گدڑی پوش تھے، ان کی تعداد تقریباً ستر ہزار تھی۔ یہ ایسی خوبی ہے جس میں شاذلی منفرد ہیں اور وہ کمال ہے جو ان ہی کے ساتھ خاص ہے۔ اس خوبی کے تحت بھی بہت سے فوائد، اسرار عجیبہ اور احوال غریبہ ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ شیخ جس کے پاس یہ ہزاروں مریدین جمع ہوئے ہیں وہ یَعسُوب [۱] ہے۔ اور یَعسُوب ہی شہد کا سبب ہے۔ کیونکہ جب شرط فوت ہوگی تو مشروط فوت ہوجائیگا۔ پس شہد کا سبب شہد کی مکھیاں ہیں اور مکھیوں کے وجود کا سبب ملکہ مکھی ہے۔ یہ حسی دنیا کی مثال ہے اور معنوی دنیا میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ مریدین کا وجود دلالت کرتا ہے ان میں پائے جانے والے نور کے

---

(۱) یعنی ملکہ مکھی، عرب اس کی ضخامت کی وجہ سے اس کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

وجود پر۔ کیونکہ ان کے ابدان کا جمع ہونا ان کی آپس میں الفت اور دلوں کے اجتماع پر دلالت کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "عالم ارواح میں ارواح لشکروں کی صورت میں تھیں۔ جس نے وہاں ایک دوسرے کو پہچانا وہ یہاں بھی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ اور جو وہاں انجان رہے وہ یہاں بھی الگ الگ ہیں"[۱]۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾.

"اور اس نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا۔ اگر آپ زمین بھر بھی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں نہ جوڑ پاتے۔ مگر اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا"[۲]۔ چنانچہ تالیفِ معنوی ہی تعارفِ حسی کا سبب ہے، اور اسی نے اس محبت پر ابھارا کہ جس کے تحت زمانہ حال میں آپس میں جڑ گئے۔ چنانچہ محبتِ سابقہ کے ظہور سے یہ نتیجہ نکلا کہ ان کی ارواح کے قرب کی وجہ سے ان کے اجسام آپس میں قریب آگئے کیونکہ وہ سب اپنے محبوب کی حضوری اور اپنے اسرار کے صفا میں تھے۔ یہ ایک مثال ہے کہ جس کے تحت اجسام،

---

(۱) «النَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ، خِيَارُهُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقُهُوا، وَالْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ». صحيح مسلم

ترجمہ: لوگ سونے چاندی کی کان کی مثل ہیں۔ جو جاہلیت کے زمانہ میں اچھا تھا وہ اسلام میں بھی اچھا ہے اگر تفقہ حاصل کرلے۔ عالم ارواح میں ارواح لشکروں کی صورت میں تھیں۔ جس نے وہاں ایک دوسرے کو پہچانا وہ یہاں بھی ایک دوسرے کے قریب ہیں۔ اور جو وہاں انجان رہے وہ یہاں بھی الگ الگ ہیں۔

(۲) سورہ انفال آیت ۶۳۔

ارواح اور نفوس وغیرہ قریب آگئے حتّٰی کہ جدائی سے درد محسوس کرتے ہیں اور جو چیز جدائی پیدا کرے اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ پس مشائخ کے یہاں لوگوں کے جمع ہونے کی یہ ہی وجہ ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ ہی وجہ انھیں مقصود کی طلب پر برانگیختہ کرتی ہے۔ چنانچہ لوگ المِ فراق سے بچنے کے لئے مشقتیں برداشت کرتے ہیں، حالانکہ ابتدائے حال میں ان لوگوں کو اس بات کا شعور نہیں ہوتا۔ البتہ اس کی حقیقت ان کے سامنے انتہائے حال میں ظاہر ہوتی ہے۔

ان فوائد، اسرارِ عجیبہ اور احوالِ غریبہ میں دوسرا یہ ہے کہ یہ اجتماع مُراد اور مریدین کے اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد پر دلالت کرتا ہے۔ دونوں ہی اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ لوگ غیب سے کھاتے ہیں جیب سے نہیں۔ وہ چیز جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ لوگ غیب سے کھاتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر تُو ان کے اور عام دیگر لوگوں کے احوال کا موازنہ کریگا تو تُو دیکھے گا کہ یہ لوگ راحت میں ہیں اگرچہ وہ اہل اسباب ہی کیوں نہ ہوں۔ تُو ان میں سے اہل اسباب کو دیکھے گا کہ وہ خرید وفرخت کرتے مگر اس کے باوجود ان کی نمازیں جماعت سے فوت نہیں ہوتیں۔ تو ان میں سے بعض کو دنیاوی معاملات میں نہایت تیز دیکھے گا مگر اس کے باوجود غافل نہیں پائے گا، وہ اپنی خرید وفروخت میں اللہ کی قسمیں نہیں کھائے گا۔ اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے وعدہ سے مطمئن ہو گا کہ جو اللہ تعالیٰ نے رزق کا وعدہ کیا ہے وہ عطا فرمائے گا۔ شاید اس کے اس یقین کی وجہ سے اسے راحت حاصل ہوتی ہے۔ اور ان میں سے عام لوگوں کو اُن اَوصاف کا حامل پائیگا گویا کہ وہ اغنیا ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس دیگر لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اپنا دن تھکن میں

گزارتے ہیں اور نہیں جانتے کہ رات تک کیا ہوگا۔ تُو انھیں دیکھے گا کہ جب وہ کسی چیز کو بیچتے ہیں تَو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر بلاوجہ اس کی تعریف کرتے ہیں اور جب کسی چیز کو خریدتے ہیں تو اس کی بلاوجہ برائی کرتے ہیں، ناپ و تول میں کمی کرتے ہیں، دھوکہ کرتے ہیں، سودے کے عیب کو چھپاتے ہیں اور نمازوں کو اپنے اوقات سے قضاء کر بیٹھتے ہیں، اسی طرح کے دنیاداروں کے دیگر عیوب میں مبتلا ہوتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے اور اپنے احباب کے لیے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں جہنم میں لے جانے والے اعمال اور غضبِ جبار سے محفوظ فرمائے۔ دونوں مذکورہ گروہ میں سے پہلا گروہ جو اہل اسباب ہے، اس گروہ نے مشائخ کی صحبت سے شریعت کی اتباع سیکھی۔ اور جہاں تک اہل تجرید کا تعلق ہے تو یہ ایسے لوگ ہیں کہ جنھوں نے اپنی قوتِ یقین اور رب پر اعتماد کے سبب اسباب کو چھوڑ دیا۔ ابتداءِ حال میں ان کے پاس دنیا کا مال و دولت نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے دنیا دنیا والوں کی چھوڑ دی ہوتی ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پیش قدمی کرتے ہیں، نہ تَو اس کے ذکر سے تنگ آتے اور نہ ہی کسی اور کی پناہ لیتے ہیں۔ یہ اپنے معنوی رزق کا ایسے انتظار کرتے ہیں کہ جیسے دیگر لوگ اپنے حسی رزق کا انتظار کرتے ہیں۔ یہ اہل تجرد کے احوال ہیں جنھوں نے رب سے معاملے میں صدق سے کام لیا جیسا کہ اہل اسباب نے اپنی خرید و فرخت میں صدق سے کام لیا۔

اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مشائخ کی مراد[1] ہوتے ہیں تو زبان ان کے احوال کے بیان سے اور ذہن ان کے معاملات کی رسائی سے قاصر ہیں۔

---

(۱) یعنی وہ مرید جن کے بارے میں شیخ کا حسنِ ظن ہوتا ہے کہ یہ روحانیت میں کوئی مقام حاصل کرے گا۔

کیونکہ وہ لوگ موجیں مارتے سمندر سے چلو بھرتے ہیں اور پاکیزہ شراب کو براہ راست منہ لگا کر پیتے ہیں، خرچ کرتے ہیں اور نہیں ڈرتے اور اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں تصرف کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ "اے بلال خرچ کر اور عرش کے مالک سے تنگی کا نہ خوف رکھ"[1]۔ ہم اس رسالے کے مقصود سے نکل گئے حالانکہ ہم نے اختصار کا ارادہ کیا تھا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ مشائخ اپنے مریدین کو اس لیے جمع کرتے ہیں تاکہ ان کے دل رب کریم کی بارگاہ میں جمع ہو جائیں۔ کیونکہ مریدین اپنے مشائخ کے کنبے والے ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور وہ شخص اللہ کو زیادہ پسند ہے جو اس کی عیال سے اچھا سلوک کرتا ہے"[2]۔ اور مزید ارشاد فرمایا کہ "جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ اسے ضرور نفع پہنچا دے"[3]۔ اس کی

---

(۱) أنّ النبيَّ ﷺ دخل على بلالٍ وعنده صُبْرَةٌ من تمْرٍ، فقال: ما هذا يا بلالُ؟!، قال: شيءٌ ادَّخَرْتُهُ لِغَدٍ، فقال: «أَمَا تَخْشَى أن تَرَى له غَدًا بُخَارًا في نارِ جهنمَ يومَ القيامةِ؟! أَنْفِقْ بلالُ! ولا تَخْشَ من ذِي العرشِ إِقْلالًا». ("هداية الرواة")

ترجمہ: نبی کریم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں تشریف تو ان کے یہاں کھجور کا ڈھیر دیکھا۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اے بلال یہ کیا ہے؟ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ کہیں یہ کھجوریں کل قیامت کے دن جہنم کی آگ کا سبب بن جائیں؟ اے بلال خرچ کرو اور عرش کے مالک سے تنگی کا خوف نہ کرو"۔

(۲) قال رسول الله: «الخلق عيال الله فاحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله». روى البيهقي في "شعب الإيمان".

(۳) قالَ أَبو الزُّبَيْرِ: وَسَمِعْتُ جَابِرَ بنَ عبدِ الله يقولُ: لَدَغَتْ رَجُلًا مِنَّا عَقْرَبٌ وَنَحْنُ جُلُوسٌ مع رَسولِ الله ﷺ، فَقالَ رَجُلٌ: يا رَسولَ الله، أَرْقِي؟ قالَ: «مَنِ اسْتَطَاعَ مِنكُم أَنْ يَنْفَعَ أَخَاهُ فَلْيَفْعَلْ». "صحيح مسلم".

=

وجہ یہ ہے کہ کبھی مرید پر خواطر (وسوسے) اپنے لشکروں کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں، پس وہ ان کو دور کرنے کی مشقت میں پڑ جاتا ہے خاص طور پر رزق کے حوالے سے۔ پس جب اسے رزق کے معاملے میں راحت ملتی ہے تو اس کا دل اپنے رب کی بارگاہ میں سکون حاصل کر پاتا ہے۔ اور اگر وہ پریشانی کسی جہت معلومہ سے ہو اور مبتدی مرید اس قابل نہیں ہو تا کہ معلومہ جہت کے سوا کسی اور طرف نظر کر سکے۔ اور وہ چیز اسے ضرر بھی نہیں دیتی پس اس وقت اس کا استاد ہی اس کے دل کو اللہ کی بارگاہ میں مجتمع ہونے اور غیر اللہ سے پھیرنے کا باعث بنتا ہے۔ اور جس طرح استاذ پر مرید کے ظاہری رزق کے پہچانے کے لیے "صَرفِ ہمت" واجب ہے اسی طرح اس کے باطنی رزق کو پہچانے کے لیے بھی "صَرفِ ہمت" پوری کوشش کے ساتھ کرنا ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس مرید کے باطن کو تدبیر و اختیار اور معارف و اسرار کو چھپانے والے اسباب سے آرام دے۔ اس باب میں گفتگو بہت زیادہ ہوئی مگر تشفی بخش ہوئی۔

(۲۲) بائیسویں خصوصیت:

بے شک قطب سید عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضمانت دی تھی کہ ان کے سلسلہ سے قیامت تک کبھی بھی شیخ تربیت منقطع نہیں ہو گا۔

=

ترجمہ: ابو زبیر نے فرمایا کہ میں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص کو بچھو نے ڈس لیا۔ پس ایک شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! کیا میں اس کو دم کر دوں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جو کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ اسے ضرور نفع پہنچا دے"۔

اس بات کا مشاہدہ سلسلہ شاذلیہ میں واضح طور پر کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی انسان بصیرت کی نگاہ سے تحقیق کرے، حقیقت کی نظر سے غور کرے، شاذلی طریق میں مل جل کر انھیں پہچانے اور اہلِ طریقت کی میزان میں ان کے اعمال کا وزن کرے تو وہ انہیں اتباعِ سنت نبویہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) اور اخلاقِ کریمہ میں انتہائی درجہ کی استقامت پر پائے گا۔

اخلاق کریمہ میں رقتِ قلبی، شفقت، رحمت، رأفت، دھوکہ کے گھر سے دوری، ہمیشگی کے گھر کی تیاری، دنیا میں زہد، دنیا والوں سے دوری، اللہ کے محبت اور اللہ ہی کے لیے نفرت، اللہ ہی کے لیے ملنا جلنا، اللہ کے ذکر ہی کے لیے جمع ہونا اور اسی کے لیے جدا ہونا، یہ لوگ کسی کے عیب میں مشغول نہیں ہوتے بلکہ اپنے ہی عیوب پر نگاہ رکھتے ہیں اور ان کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، صرف نیکی اور تقویٰ کے کاموں پر جمع ہوتے ہیں، اللہ ہی کے لیے نصیحت کرتے ہیں، آپس میں ایثار و محبت حتیٰ ان کا فقیر بھی یہ ہی چاہتا ہے کہ وہ اپنے بھائیوں سے جدا نہ ہو۔ ان کے دل ہمیشہ رب کی محبت میں مجتمع رہتے ہیں، نیکی کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں، نمازوں کی محافظت کرتے ہیں، سنن و فرائض کی معلومات کرتے رہتے ہیں، اُس سے اجتناب کرنے والے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا اور اُس کی طرف جلدی کرتے ہیں کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے کرنے کا حکم دیا۔ خود کو کسی سے افضل نہیں جانتے کیونکہ وہ خود کو ادنیٰ سمجھتے ہیں۔ ان کا بڑا چھوٹے کی نصیحت کو قبول کرتا ہے، اور بڑا خود کو چھوٹے سے افضل نہیں جانتا، ان کا بڑا چھوٹے کی تعظیم کرتا ہے اور خود کو استاد کی حیثیت میں سمجھتا ہے، ہر شخص ایک دوسرے کے لیے تواضع و عاجزی کرتا ہے۔ اور یہ لوگ ایک

دوسرے کو بزرگی اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اگر بڑا کوئی غلطی کرلے تو اس کی بے ادبی سے بچتے ہوئے اسے بھی نصیحت کئے بغیر نہیں چھوڑتے۔

لہذا ان کے یہاں کوئی زیادہ عمل کی وجہ سے بڑا نہیں ہوتا اور نہ ہی عمل کی کمی کی وجہ سے کم ہوتا۔ اگر کوئی کوئی نفلی روزوں میں صائم الدھر ہو یا کبھی نفلی روزہ نہ رکھے، یا پوری رات سوکر گزارے یا قیام میں گزارے تو ان کے یہاں زیادہ عمل کی وجہ سے اس کی بڑائی نہیں کی جاتی اور نہ ہی نقص عمل کی وجہ سے وہ چھوٹا سمجھا جاتا ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں کے عیوب اور جس کام میں وہ مشغول ہوں، ان سے اندھا ہوتا ہے۔ عوام کے ساتھ اختلاط نہیں رکھتے اور اختلاط رکھنا بھی پڑے تو ان سے بچتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہوتا ہے کہ عام لوگوں سے ملنا جلنا زہر قاتل ہے۔ ایک عام مرید کی اس سلسلہ کے صحبت کے بعد سچائی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے ان دوستوں، رشتہ داروں اور جاننے والوں کی صحبت سے دور ہو جاتا ہے کہ جن سے غفلت ولہو کے زمانے میں قریب تھا۔ کیونکہ ان کے ساتھ رہنے میں وہ عہد ٹوٹ جائے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور وہ رابطہ کٹ جائے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا سے کیا تھا۔ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جو اللہ کے لیے اپنے اقرباء کی صحبت چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے اولیاء کی صحبت عطا فرماتا ہے۔

اور ان کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ظاہر کی زینت کی کوشش نہیں کرتے مگر اپنے باطن کو اُجلا کرنے سے غافل بھی نہیں ہوتے۔ ان کے دل اللہ سے جڑے ہوتے ہیں اور دونوں جہانوں میں اللہ سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔ صرف اسی ہی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ان کی ہمتیں عالی، نفوس پاکیزہ، ان کے عُہود پورے، اقوال پسندیدہ

اور ان کی نگاہیں روشن ہوتی ہیں۔ ان کے انوار ہر چیز میں جاری ہیں۔ ان کا آخری اول کے آثار کی پیروی کرتا ہے اور اپنے اسلاف کے انوار سے ان کا آخری روشن ہوتا ہے۔ ان کی امداد جاری ہیں، ان کی نہریں بہہ رہی ہیں، انھیں سیراب کرنے کے لیے کنویں اور لوٹے نہیں ہوتے بلکہ یہ غیب کے سمندروں میں غوطہ زن ہوتے ہیں، اور محبوب کی موجوں سے منہ لگاکر پیتے ہیں۔ یہ ہی لوگ اللہ کا گروہ ہیں اور سن لو اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔ اگر کسی بھائی پر ذلت آجائے تو اس کی پردہ پوشی کرتے ہیں، اور اگر کوئی شریعت وطریقت کی خلاف ورزی کرے تو اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر کوئی گناہ کر بیٹھے اور اس کا اقرار کرلے تو اس درگزر کرتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ برائی سے پیش آنے والا ان کی طرف لوٹے تو اسے قبول کرلیتے ہیں۔ اگر کوئی تعارف نہ ہونے کی وجہ سے جہالت سے پیش آئے تو اسے معاف کردیتے ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کے اجسام زمین پر، دل آسمان پر اور ارواح ملأ اعلی میں ہوتی ہیں۔ ان کا دشمن ان کے نفس کے سوا کوئی نہیں، ان کا محبوب ان کے رب کے سوا کوئی نہیں۔ یہ اللہ والوں کا گروہ ہے اور خبردار اللہ والے ہی کامیاب ہیں۔ اگر کوئی انکساری کے ساتھ ان سے مل جاتا ہے تو اس سے حجابات دور کردیئے جاتے ہیں، اور اگر کوئی ان سے عداوت کرے تو دراصل وہ اللہ جبّار سے اعلان جنگ کردیتا ہے۔

(۲۳) تئیسویں خصوصیت:

یہ اپنے دشمنوں کے ساتھ اسی طرح مکارم اخلاق سے پیش آتے ہیں کہ جس طرح اپنے احباب کے ساتھ۔ اگر کوئی ان سے دشمنی بھی کرے تو مقابلہ میں کوئی ناپسندیدہ عمل نہیں کرتے بلکہ دوستوں جیسا معاملہ کرتے ہیں اور محبت کا اظہار کرتے

ہیں اور باربار پیارومحبت کا سلوک کرتے ہیں یہاںتک کہ وہ ان سے قریب ہوجاتا ہے۔اور اسے ان کے پاس آکرسکون ملنے لگتاہے ،کیونکہ وہ ملاطفت سے معاملہ کرتے ہیں اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متّصف ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماءِ حسنیٰ کے رنگوں میں رنگے ہوتے ہیں۔ لہذا موجودات میں سے ہرایک ان سے فیض لیتاہے اور ہرایک ان کے فیض کا اقرار کرتاہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے احباب کوان کافیض عطافرمائے اور ان کے فیض سے ہمارے نگاہوں کو منور کرے۔

(۲۴) چوبیسویں خصوصیت:

اللہ تعالیٰ نے زمین کے طول وعرض میں شاذلی طریقے کے بزرگوں کے ناموں کو ایسا پھیلادیا جیساکہ سورج کی شعائیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کے مشارق ومغارب میں رہنے والے مسلمانوں کوان کے ذریعہ نفع دیا۔اور لوگوں کے دلوں کوان کے علومِ لدنیہ اور اسرارِ جبروتیہ سے بھردیا۔چنانچہ شہری اور دیہاتی ہرقسم کے لوگوں کوان سے فائدہ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے شاذلی بزرگوں کے طفیل شہروں اور ان میں بسنے والے انسانوں پررحم فرمایا۔دیکھو حضرت عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا **درود شریف**، امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے **احزاب خاص طور پر حزب البحر اور حزب الکبیر**، احمد بن عطاء اللہ اسکندری شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی **"الحکم العطائیۃ"**، امام سلیمان جزولی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی **دلائل الخیرات**، امام بوصیری شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا **قصیدہ بردہ شریف**، تُونہیں پائے گاکسی ولی کو، کسی صالح کو، کسی صدیق کو، کسی مومن کو، کسی عالم کو، کسی مسلمان کو، کسی نیکوکارکو، کسی گناہ گارکو، کسی جاہل کو، کسی بھلائی کرنے والے کو، کسی فاجرکو مگر یہ کہ وہ امام

شاذلی کے احزاب کو پڑھتا ہو گا یا کم از کم حزب البحر کو پڑھتا ہو گا یا امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شیخ عبد السلام ابن مشیش کا درود پڑھتا ہو گا۔ اور تجھے شاید ہی کوئی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والا مسلمان ملے گا جو دلائل الخیرات شریف نہ پڑھتا ہو۔

اور اسی طرح قصیدہ بردہ شریف کا معاملہ ہے کہ تمام مسلمان اس سے محبت کرتے ہیں اور اس کی قرأت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ **جو کوئی ہمارا حزب پڑھے اس کے لیے وہ کچھ (یعنی نعمتیں) ہیں جو ہمارے لیے ہیں اور اس پر وہ کچھ (یعنی فضل وکرم) ہے جو ہمارے اوپر ہے۔** اس قول کی بنیاد پر تو اکثر اہلیان اسلام شاذلیہ ہیں۔ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ **مجھے ایک ایسا رجسٹر پیش کیا گیا جو تا حد نگاہ تک تھا۔ اس میں میرے اصحاب (براہ راست مریدین) اور قیامت تک میرے اصحاب کے اصحاب (مریدین کے مریدین) کے نام تھے اور وہ سب جہنم سے آزاد تھے۔** چنانچہ اکثر امت محمدیہ علی (صاحبھا الصلوۃ والسلام) کے لیے جہنم سے آزادی ثابت ہو چکی ہے۔ اور اللہ کے فضل پر کوئی قدغن نہیں۔

اور وہ بات جو امام شاذلی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لیے اس فضلِ عظیم کی تخصیص کی گواہی دیتی ہے وہ یہ ہے کہ جس رات امام شاذلی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال ہوا، اس رات کے حوالے **قاضی القضاۃ عماد الدین نے فرمایا کہ اسکندریہ میں ایک گناہ گار عورت تھی۔ میں نے اسے اچھی حالت میں دیکھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اللہ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے کہا کہ آج رات شیخ سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا وصال ہوا ہے اور انہیں حمیثرہ میں دفن کیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالٰی نے زمین کے مشارق و مغارب میں مرنے والے**

تمام مسلمانوں کی مغفرت فرمادی ہے اور میں بھی ان میں شامل ہوں کہ جن کی مغفرت شیخ شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حرمت کے اکرام میں کی گئی ہے۔

قاضی عماد الدین مزید فرماتے ہیں کہ حالانکہ ہمارے علم کے مطابق امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت سفر میں تھے۔ بہر حال جب حجاج کرام واپس آئے تو انھوں نے خبر دی کی کہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا تھا۔ لہذا لوگوں نے انتقال کی تاریخ کی تفتیش کی تو اسے خواب کی رات کے مطابق صحیح پایا[1]۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہایت وسعت اور بہت علم والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام شاذلی میں اسم اعظم ودیعت فرمادیا تھا حتیٰ کہ جو ان کے وسیلے سے دعا کرے اللہ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے اور جس کی تمنا کرے وہ عطا فرماتا ہے بلکہ اس سے زیادہ عطا فرماتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ **اگر تجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت طلب کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ کو میری قسم دے۔**

آپ کے شاگرد شیخ سیدی ابو العباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ **جب میں اللہ کی بارگاہ میں امام شاذلی کا وسیلہ دیتا ہوں یا کسی بھی شدت میں ان کو یاد کرتا ہوں**

---

(۱) قطب الاَقطاب امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال 63 سال کی عمر میں پیر کی رات 20 ذی قعدہ ، سن 656 ہجری میں ہوا جیساکہ امام ابوالفضل عبدالقادر بن الحسین بن مغیزیل الشاذلی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: "وتوفي رضي الله عنه في ليلة الاثنين لعشرين ذي القعدة سنة ست وخمسين وستمائة وهو ابن ثلاث وستين سنة رضي الله عنه ونفعنا بعلومه". ("الكواكب الزاهرة في اجتماع الأولياء يقظة بسيد الدنيا والآخرة صلى الله عليه وسلم" الصفحة: ٢٦٦، المطبوع: مكتبة الثقافة الدينية)

تو میری مشکل حل ہوجاتی ہے۔ اور ہر مشکل کام آسان ہوجاتا ہے۔ اے میرے بھائی! اگر تو کسی مشکل میں پڑجائے تو اللہ کی بارگاہ میں ان کی قسم دے۔ میں نے تجھے نصیحت کردی ہے اور اللہ اس بات کو جانتا ہے۔ شیخ ابو عبداللہ شاطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں ہر رات اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بار بار وسیلہ پیش کیا کرتا تھا۔ اور ان کے وسیلے سے اپنی حاجات طلب کرتا تھا اور مجھے اپنے معاملات میں بڑی جلدی قبولیت حاصل ہوجاتی تھی۔ پس ایک رات میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے عرض کی کہ اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں ہر رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر امام شاذلی کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ اور پھر اللہ سے پنی حاجات طلب کرتا ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس معاملے میں میرے بارے کیا خیال ہے؟ کیا میں نے اس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے کوئی بے ادبی تو نہیں کی؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوالحسن (شاذلی) میرے حسی اور معنوی بیٹے ہیں۔ اور بیٹا باپ کا جزء ہوتا ہے۔ پس جس نے جزء کو لیا تو اس نے کُل کو لیا۔ چنانچہ جب تم نے ابوالحسن کے وسیلہ سے دعا کی تو تحقیق تم نے میرے ہی وسیلے سے دعا کی۔

شیخ سیدی عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "السر المصون" میں حدیث شریف "اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنون ہے"[1] کی شرح میں فرمایا کہ **"بروز قیامت اہل محشر سلسلہ شاذلیہ پر ہجوم کریں گے"**۔ اے اللہ

---

(١) عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: «أَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللهِ حَتَّى يَقُوْلُوْا: مَجْنُوْنٌ». ("مسند أحمد").

ہم تجھ سے امام شاذلی کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان (شاذلیہ) سے محبت کرنے والا بنادے اور اپنا محبوب بنالے اور تو ہمیں حسی اور معنوی طور پر ان کے راستے پر چلا دے۔ آمین بجاہ النبی ﷺ۔

اگر تم سوال کرو کہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مریدین کو لوح محفوظ سے کیسا چنا؟ عالم اجسام میں چنا یا عالم ارواح میں؟ اور قطب صرف شاذلیہ ہی میں سے کیوں ہو گا؟

فالجواب واللہ الموفق للصواب

بے شک شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین کو لوح محفوظ سے عالمِ ارواح میں چنا تھا۔ اسی عالمِ ارواح میں یوم الست بربکم سے امام شاذلی کی روح اپنے مریدین کی تربیت کرتی رہی یہاں تک کہ وہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح مبارک کے ساتھ عالمِ اجسام کی طرف نکل آئے۔ یہ روح مبارک عالم اجسام میں بھی اپنے مریدین کی تربیت کرتی رہتی ہے یہاں تک وہ عالم ارواح کی طرف اغیار کے میل سے پاک ہو کر اور کدورتوں کے آثار سے محفوظ ہو کر لوٹ جائیں۔ لیکن پہلی تربیت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح پاک کے ذریعے سے تھی اور دوسری تربیت آپ کے انوارِ ربانیہ اور اسرارِ جبروتیہ کے ذریعے سے ہوئی۔ اور آپ کی معنوی خلافت جو آپ نے اپنے آباء واجداد کرام سے پائی وہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ **میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ قطب و غوث میرے گھر سے ہو یعنی میرے سلسلے سے قیامت تک ہو تو میں نے نداء سنی کہ اے علی! میں نے تمھاری دعا قبول کر لی ہے۔**

اسی طرف شیخ سید علی وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاگردوں سے کلام کرتے ہوئے اشارہ فرمایا کہ "یہ انوار ہمیشہ سے ایک زندہ قطب سے دوسرے زندہ قطب تک منتقل

ہوتے رہیں گے یہاں تک امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئیں گے۔ اور ان پر اللہ تعالیٰ امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کی ولایت کو ختم فرمائیگا اور وہی ولایت کی بلندی کے خاتم ہونگے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے جدامجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت ورسالت کی بلندی کو ختم فرمادیا"۔ اور اس حوالے سے پہلے بھی کلام ہوچکا ہے۔

یہاں ایک عجیب وغریب نکتہ ہے۔ اس زمانے میں بعض فقراء اپنے آپ کو فوت شدہ مشائخ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرے شیخ فلاں فلاں ہیں۔ حالانکہ جس کی طرف وہ منسوب کرتے ہیں اسے دنیا سے پردہ فرمائے زمانہ بیت چکا ہے۔ یہ انتساب درست نہیں اور نہ ہی تصوف میں اسے درست شمار کیا گیا ہے۔ یہ سب ہمت کی کمزوری اور دماغی بیماری کے سبب ہے۔ کیونکہ ولایتِ معنوی دراصل ولایتِ حسی کی طرح ہے۔ چنانچہ کسی بھی جان کا والد بننے کے لیے اپنی ذات وصفات کے ساتھ بقیدِ حیات ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بات روحانی باپ بننے اور نسبت لاہوتی کے لئے بھی ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "کوئی آسمانوں کے ملکوت میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ دو مرتبہ اس کی پیدائش نہ ہو"[1]۔

چنانچہ زندہ شیخ کے مشاہدہ سے مریدین کے مزاج معتدل ہوتے ہیں اور ذاکرین کی نورانیت ٹھنڈی ہوتی ہے۔ ذاکر کی نورانیت ٹھنڈی نہیں ہوتی جب تک اس کے مقابل صیقل اجساد کی ظلمانیت نہ ہو کیونکہ اس میں حسیات سے استیناس اور جنس کی طرف رجوع پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ: ﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

(۱) خاتم الاولیاء محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس روایت کو اپنی تفسیر میں سورہ بقرہ کی آیت ۱۱۱ کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے۔

﴿إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ﴾ (۱) . "تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا کہ انہیں میں سے رسول بھیج کر جوان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، ان کا تزکیہ کرتا ہے، اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے"۔ اس آیت میں جس تأدیب، تہذیب اور تدریب کا بیان ہے وہ میت کے معاملے میں مفقود ہے۔ چنانچہ جو خود کو میت کی جانب منسوب کرتا ہے اسے کچھ حاصل بھی ہوجائے وہ ناقص ہی ہوتا ہے یا اسے کچھ نہیں ملے گا۔ اس لحاظ سے گزشتہ بزرگوں کو، اپنا شیخ سمجھنا جبکہ زندہ موجود ہوں، درست نہیں۔ ہاں اس کے برعکس گذشتہ بزرگوں سے علی سبیل تبرک یا نفحات رحمت کی طلب یا مزید فیض لینے میں کوئی حرج نہیں۔

عنقریب اسی رسالے میں وہ بات بیان کرونگا کہ جس سے تم سجھ جاؤ گے کہ شیخ کے ہاتھ میں اپنے نفس کی لگام دینا اور اس کی پیروی کرنا ضروری ہے تاکہ وہ تمھیں رب کی حضوری میں لے جائے۔ یہ گفتگو تمھارے لئے بہتر اور نافع رہے گی تاکہ تم رب کی بارگاہ سے دھتکارے نہ جاؤ۔

تربیت کرنے والے شیخ میں جن شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کا جذبہ اسکے سلوک سے، جمع اس کے فرق سے اور محو اس کے صحو پر مقدم ہو۔ اسی صورت میں وہ پیروی کے قابل ہوتا ہے۔ اگر کسی کا سلوک اس کے جذب پر مقدم ہو تو اس کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ شیخ عثمان سعدالدین سعید

---

(۱) سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴۔

فرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو وہ بلند مقام والا ہے اس کے مقابلے میں کہ جس کا سلوک اسکے جذب پر مقدم ہو"۔ شیخ نے مزید فرمایا کہ "پس پہلے والا ہی زیادہ تمکین اور اعلیٰ مقام میں ہے کیونکہ اس نے مقامات کو عبور کیا، بصیرت کے ساتھ اس کی تحقیق کی اور اپنے رب کی طرف سے دلیل پر رہا"۔ ہمارے شیخ المشائخ سیدی احمد الفاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جان لو! طریقت کا سلوک اور خاص طور پر کشف و تحقیق کے طلبگار کے لیے اس وقت تک ممکن نہیں جب تک وہ ایسے شیخ کی اطاعت و فرمانبرداری کو لازم نہ کرلے جو خود محقق مرشد کامل ہو اور اس نے کسی اور کے ہاتھ پر سلوک طے کرلیا ہو۔ کیونکہ طریق بہت مشکل کام ہے اور اس میں ادنیٰ سی لغزش ایسے مقام پر لا ڈالتی ہے جو مقصود سے بہت دور ہوتا ہے"۔

امام ابوالحسن ششتری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "طریقت کے مرید کے لیے لازم ہے کہ کسی کو اپنا حاکم بنالے جو اسے حکم دے سکے، منع کرسکے اور اس کی مدد کرسکے، کیونکہ طریقت پیچیدہ ہے، اس کی قلیل غلطی بہت زیادہ نقصان کا باعث ہوتی ہے۔ سالک سمجھتا ہے کہ میں اپنی راہ پر ہوں حالانکہ وہ اپنے مقصود سے پیٹھ پھیر چکا ہوتا ہے۔ اگر سالک انگلی کے پورے برابر بھی مقصود سے ہٹتا ہے گویا پوراہٹ جاتا ہے اور مقصود سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اب اُس کی سیر اُسی گمراہی کی طرف ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ راستہ بہت باریک ہے اور نفس بدن میں تصرف کرتا ہے تاکہ بدن راحت اور نفس کی معتاد (عادی) اشیاء کی طرف لوٹ جائے۔ اور راہ سلوک کا شیطان بڑا سمجھدار ہوتا ہے، وہ اس کے تمام مقامات اور نوازلات کو جانتا ہے"۔ شیخ ابو عمر زجاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "اگر کسی شخص کے لیے غیب سے پردے ہٹادیئے جائیں مگر اس کا کوئی

استاد (مرشد) نہ ہو تو اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا"۔ شیخ ابو علی تقفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "اگر کوئی شخص تمام علوم جمع کر لے اور اہل طریقت کی صحبت بھی اختیار کر لے، تَو وہ اس وقت تک مردوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جب کہ وہ کسی شیخ یا با ادب ناصح کے تحت ریاضت نہ کر لے۔ اور جس شخص نے کسی با اختیار شیخ سے ادب نہ سیکھا، جو اسے اس کے نفس کے عیوب اور اس کی شرارتوں سے آگاہ کرتا ہو، تَو معاملات کی درستگی میں اس کی پیروی کرنا درست نہیں ہے"۔

حضرت شیخ ابو مدین غوث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "جس نے ادب سکھانے والوں سے ادب نہیں سیکھا وہ اپنے پیرو کاروں کو خراب کر دیگا"۔ شیخ ابو العباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "طریقت میں جو بغیر شیخ کے ہو وہ کبھی فرحت نہیں پاسکتا اگرچہ بہت عقل والا، نفس پر نظر رکھنے والا اور کسی شیخِ تعلیم کی ہدایت پر اقتصار کرتا ہو، تَو بھی وہ ایسا کامل نہیں ہو سکتا جیسا کہ وہ جو شیخ تربیت کا پابند ہو۔ کیونکہ نفس ہمیشہ سے دبیز حجاب اور شرارتوں والا ہے، لہٰذا اس کی رعونات میں سے کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتا ہے اور یہ رعونات پورے طور پر اس وقت تک زائل نہیں ہوتی جب تک غیر کے سامنے سر نہ جھکا لیا جائے اور اس کے حکم و قہر کے تابع نہ ہو جائے"۔ شیخ ابن عیاد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "اگر کسی ولی کے لیے عنایت الٰہی سبقت کر جائے، اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ تھام لے، اور اسے اپنی طرف کھینچ لے تو بھی مشیخت اور تربیت کا اہل نہیں بن پاتا اگرچہ وہ جس مرتبہ تک پہنچ جائے کیونکہ وہ کسی کامل کے ہاتھ کامل نہ ہوا، اور جو کسی کامل کے ہاتھ پر کامل نہ ہو وہ کسی اور کو کامل نہیں کر سکتا"۔

شیخ احمد بن عطاء اللہ اِسکندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "لطائف المنن" میں فرمایا کہ "ہر وہ شخص جس کا کوئی استاد نہ ہو جو اِسے متبعین کے سلسلے میں شامل کرے اور اِس کے دل سے پردے اٹھا بھی دیئے تو وہ اس حالت میں بھی لقیط یعنی گرے پڑے بچے کی طرح ہے جس کا کوئی باپ نہ ہو، اس کا کوئی نسب نہیں ہوتا۔ اس کے لیے نور نہ ہو تو اس پر عمومی اوقات میں حال کا غلبہ ہوتا ہے اور غالب اوقات میں اسی پر قائم ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے اس پر وارد ہوتا ہے۔ اگر اس کی اصلاح تأدیب و تدریب کے ذریعے نہ ہو تو وہ تربیت و تدریب کی باگیں سنبھالنے کے قابل نہیں ہو پاتا"۔ شیخ ابو عثمان سعید الفرغانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "وہ مجذوب جس کا تدارک ہوا ہو اور وہ عالم حق سے عالم خلق کی طرف لوٹا ہو وہ مکمل نہیں ہوتا اور نہ ہی پیروی کے قابل ہوتا کیونکہ اس کا کوئی مرشد نہیں ہوتا جو اسے مقامات کی باریکیوں سے آگاہ کرتا ہو، اگرچہ وہ فی نفسہ خود رب کی طرف سے دلیل پر ہو اور سلوک کے بارے میں کھلی نگاہ رکھتا ہو۔ بے شک تصوف کے مقامات اسلامیہ اور ایمانیہ ایسے باریک ہیں کہ ان پر اطلاع اُسی سے مل سکتی ہے جو پہلے کسی استاد کی نگرانی میں ان پر اطلاع حاصل کر چکا ہو"۔

یہ بات گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکی کہ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لوح محفوظ سے اپنے شاگرد منتخب کرنے کا اختیار عالم ارواح میں دیا گیا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ انبیاء، رسل علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو ان کے مراتب کے اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ سے اختیارات تفویض کئے گئے تھے۔ چنانچہ یوم اَلستُ ہی سے ان کے مشارب مختلف ہو گئے، کیونکہ نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدّد رنگوں والا تھا۔ لہذا جس نور سے رسل علیہم السلام نے پیا وہ اس سے مختلف تھا جس سے انبیاء کرام علیہم السلام نے پیا، اور جس سے اولوالعزم نے پیا

وہ اس سے مختلف تھا جو غیر اولوا العزم نے پیا، اور وہ نور جس سے اولیاء ذاتیہ نے پیا وہ اس سے مختلف تھا جس سے اولیاء صفاتیہ نے پیا۔ اور مشارب کا یہ اختلاف ان کے مراتب، مقامات اور مواہبِ لدنیہ اور تجلیاتِ رحمانیہ کے عوالم کے وجہ سے تھا۔

لہذا ان میں سے بعض اللہ کے احکام اور اوامر و نواہی کی طرف بلانے والے ہوئے جیسے رسلان عظام علیہم السلام اور بعض اللہ کی مدد سے اللہ کی طرف بلانے والے ہوئے جیسے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر ایک یعنی رُسُل، انبیاء اور اولیاء کو وہ کچھ دیا جس کا وہ اپنے مرتبے کے اعتبار سے مستحق تھا۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مشائخ کرام کو ان کے مریدین عطا فرمائے اور انہیں بتایا کہ یہ مرید فلاں مرتبے تک پہنچے گا اور یہ فلاں مرتبے تک۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض کے حصول کے لیے انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے لیے وسیلہ بنے۔ اور ہم امت محمدیہ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مابین واسطہ صرف آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کے اولیاء ہیں کہ جنھوں نے یوم اَلست بربکم میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استمداد کی تھی۔ اور ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو قسم کے شرف حاصل ہوئے یعنی شرف روح اور شرف ذات۔ ان دونوں شرفوں کی وجہ سے یہ امت دیگر تمام امتوں سے اشرف ہوئی کہ یہ امت عادل گواہ ہے۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[1]. "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو"۔

---

(۱) سورہ آل عمران: آیت ۱۱۰۔

اور وہ تمام عطائیں جو آپ ﷺ نے سیدنا علی (کرم اللہ وجھہ الکریم) کو عطافرمائیں ان میں آپ کے بیٹے امام سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں۔ سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے ابتداء میں براہ راست بھی پیا تھا حتی کہ آپ سیراب ہو گئے تھے۔ پھر انتہائے حال میں دوبارہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے اپنے والد کے وسیلے سے پیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کبریٰ حاصل کی اور دوسری خلافت کے خاتم ہوئے۔ دو خلافتوں سے مراد خلافت حِسّی اور خلافت معنوی ہے۔ اِن شاء اللہ عنقریب اس کا بیان آئیگا۔

پھر آپ ﷺ نے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا بیٹا عطافرمایا یعنی امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ پھر امام شاذلی کو سیدنا امام حسن کے زمانے سے آخری زمانہ تک آنے والے تمام مریدین عطافرمائے۔ اور ان تمام مریدین کو اسی نور سے پلایا کہ جس نور سے امام شاذلی کے دادا سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلایا۔ چنانچہ اس نور محمدی علوی حسنی کا ظہور امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسمانی اور معنوی بیٹے سیدنا امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں سے ہوا[1]۔ اس نور سے مراد نبی کریم ﷺ کا باطنی نور ہے اور آپ ﷺ کے باطنی نور

(۱) مؤلف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان سے یہ ہی عیاں کہ غوثیت کبریٰ کا مرتبہ جنتی جوانوں کے سردار، سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے براہ راست قطب الاقطاب، زمزم الاسرار، معدن الانوار، قطب ربانی سیدنا امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منتقل ہوا۔ مگر اس حوالے سے بعض شاذلی اولیاء کی رائے کے مطابق غوثیت کبریٰ کا مرتبہ جنتی جوانوں کے سردار، سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور پیران پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منتقل ہوا پھر اس کے بعد قطب الاقطاب، زمزم الاسرار، معدن الانوار، قطب ربانی سیدنا امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منتقل ہوا۔ جیسا کہ شیخ ابوالفضل عبدالقادر بن الحسین بن مغیزیل الشاذلی اپنی کتاب مستطاب "الکواکب الزاھرہ" میں فرماتے ہیں:

=

=

"قال عارف بالله تعالى شهاب الدين أحمد بن الشيخ فخرالدين بن أبي بكر اليمني القرشي: أوّل أقطاب الأمة الشريفة الحسن بن علي بن أبي طالب ﵄ ثم واحد بعد واحد إلى أن وصلت إلى الشيخ الإمام القطب الغوث الفرد الجماع سيدي عبد القادر الكيلاني ﵁ فتصرف بأمر الله وتحرك بإذنه وتحكم في خلقه بحقه، وولى وعزل، وهدى وخذل، وأحيا وقتل، وأمرض وشفى، ومنح وأعظى، ووصل وقطع، وحمى ودفع، وسلب وحجب، وأعطى المحب ما طلب وفعل بأمر الله ولا عجب، ثم بعده حكم الإله بإخفاء صاحب هذا المقام وعزته وصونه وقوته وفيضه على الدوام وإخفائه ﷻ عن الخلق بحكمة من الله الملك الحق المبين. ثم أظهر الله الولي الكبير ذا النور الكثير القطب الشهير صاحب المنهل العزيز الشريف الحسني الفاطمي القاسمي المحمدي ظاهر الوراثتين الشريعة والحقيقة، وإمام الطريقتين السلوكية والجذبية، أستاذنا الإمام شيخ شيوخ الإسلام، أوحد علماء الأعلام، بركة الأنام، القطب الغوث الفرد الجامع البحر المحيط أبا الحسن الشاذلي ﵁ ونفعنا بعلومه. فظهر بالخلافة الكبرى والولاية الكبرى والقطبية العظمىٰ والغوثية الفردية وخصه الله بعلوم الأسماء ومنّ عليه بإعلاء مقامات الأولياء وأخص خصوصيات الأصفياء وانفرد في زمنه بالمقام الأكبر والمدد الأكثر والعطاء الأنفع والنوال الأوسع وتصرف في أحكام الولاية ومددها بالإذن والتمكين وانفرد بسؤددها حق اليقين، وأمد الأولياء أجمعين وأم الصدقين، ونال المقام الفرد الذي لاتجوز المشاركة فيه بين اثنين عند المحققين. وأجمع على ذلك من عاصره من العلماء العارفين والأولياء المقربين وخواص الصديقين، وشهدوا بقطبانيته وفرديته وأُمِرَ أن يقول بحضور أكابرهم: قدمي هذا على جبهة كلّ ولي الله، وقال ذلك ممتثلا للأمر معظما للقدر مقرا بالعبودية ولا فخر.... قال سيدى أبو الحسن علي بن عمر القرشي قيل إن

=

سے مراد وہ انوار، اسرار، مقامات، علوم، معارف، مواہب لدنی، اسرار غیبی، مشاہدہ میں تنزلات رحمانیہ، مقاماتِ یقین میں تجلیات ہیں جو آپ ﷺ کے ایسے باطنی اوصاف پر مشتمل ہیں جن میں تمام مخلوق پر رحمت و شفقت، حلم و رأفت کرنا ہے۔

پس یہ ہی نور، جس پر نبی کریم ﷺ کا باطن مشتمل ہے، بطور وراثت سیدنا علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو ملا پھر آپ سے آپ کے بیٹے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملا۔ پھر انہوں نے یہی نور ایسے دلوں میں ودیعت فرمادیا جو پاکیزہ، غیر کی غلامی سے

=

الشيخ أبا سعيد القيلوي والشيخ علي بن الهيتي (صاحبي الغوث الفرد الشيخ عبد القادر الجيلاني رحمه الله تعالى) قالا يوما للشيخ أبي الحسن الشاذلي: يا سيدي هل يأتي بعدك من هو مثلك في هذا الشأن ويتكلم بهذا اللسان ويظهر بما ظهرت في الفرقان، فقال رضي الله تعالى عنه مجيبا لهم ببيتين من الشعر:

أنا راغب فيمن تقرب وصفه وناسب لفتى يلاطف لفطه
ومعارض المشاق في أسرارهم في كل معنى لم يسعهم كشفه

وقال القرشي أيضا: إذا ذكرت سيدي أبا الحسن الشاذلي فقد ذكرت سيدي عبد القادر الكيلاني وإذا ذكرت سيدي عبد القادر الكيلاني فقد ذكرت سيدى أبا الحسن لتوحد المقام فيهما، ولأن سرهما واحد لا يفترقان ولذلك قال شيخنا الإمام في ذلك من الأقوال:

الشاذلية قادرية وقتهم قد خصصوا بحقائق الفرقان
صرح بذكرك فضلهم تحظى بها قد شاهدوا في فضله ببيان

("الكواكب الزاهرة في اجتماع الأولياء يقظة بسيد الدنيا والآخرة ﷺ"، الصفحة: ٢٥٩، ٢٦٠، المطبوع: مكتبة الثقافة الدينية)

آزاد، اللہ جبار کی احدیت میں مٹے ہوئے، جن میں غیر اللہ نہ ہو، جو صرف اسی کی سنتے ہوں اور اسی کو دیکھتے ہوں۔

لہذا امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شرف ان کے جد امجد سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شرف کی وجہ سے ہے۔ اور امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مریدوں کا شرف اپنے شیخ کے شرف کی وجہ سے ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ امام شاذلی نے اپنے مریدوں کو عالم ارواح میں لوح محفوظ سے منتخب فرمایا تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوح محفوظ پر مطلع فرمایا تو آپ نے اس میں مخلوقات اور ان کے اعمال کی صورتیں دیکھیں۔ عالم معنی میں بعض صورتیں سورج کی طرح روشن تھیں، بعض چاند کے مثل، بعض ستاروں کے مثل، بعض میں نیلا پن جو روشنی کی طرف مائل تھا اور ان میں بعض بھٹی کی طرح سیاہ تھیں، معاذاللہ۔ پس جو صورتیں مثل سورج کے تھیں وہ ان کے کمال، ان کی حقیقت و شریعت کے کمال پر دلالت کرتی تھیں۔ دیگر لوگوں کے اعمال کے معاملے میں بھی ایسا ہی تھا۔ چنانچہ ان میں سے پہلا طبقہ انبیاء و مرسلین، مخصوص اولیاء مقربین، عارفین، صدیقین کا تھا۔ اور دوسرا طبقہ صلحاء امت اور عامۃ المومنین کا تھا۔ اور تیسرا طبقہ گناہ گار مومنین کا تھا۔ ہاں اگر یہ توبہ کر لیں تو اپنی توبہ و رجوع کے اعتبار سے دوسرے یا پہلے طبقہ میں شامل ہو سکتے تھے۔ اور چوتھا طبقہ اس امت کے شقی لوگوں کا تھا۔ لیکن ان کے لیے بھی کچھ انوار تھے جو نیلے پن کی طرف مائل تھے چنانچہ یہ بھی کسی ولی کی صحبت یا اللہ کی جانب سے نیک اعمال کی توفیق کی وجہ سے شقاوت سے سعادت کی طرف لوٹ سکتے تھے۔ اور پانچواں طبقہ کفار کا تھا۔

چنانچہ امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مریدین کا انتخاب سب سے اعلیٰ اور پہلے درجہ کے اولیاء، عارفین، صدیقین اور اقطاب واصلین سے کیا تھا جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلہ شاذلیہ میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان بزرگوں سے نفع عطا فرمائے۔ آمین۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ نے خود فرمایا کہ میت سے تعلق اور میت کے خلفاء سے (طریقت یا فیض) لینے کا کوئی فائدہ نہیں، ارادت والے مرید کو اس سے کچھ نفع حاصل نہ ہوگا جیسا کہ زندہ شیخ سے نفع حاصل ہوتا ہے۔ لہذا اے سلسلہ شاذلیہ والو! تمھارا بھی یہ ہی معاملہ ہے۔ تمھارے شیخ امام شاذلی اتنے اتنے عرصہ پہلے وفات پاچکے ہیں۔ تو تم بھی انہیں لوگوں میں سے ہو جو مُردوں سے جڑے ہوں؟

الجواب واللہ الموفق للصواب

بے شک سلسلہ شاذلیہ سے شیخ تربیت قیامت تک کبھی منقطع نہیں ہوگا جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ مولانا سیدنا سید عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ضمانت دی تھی کہ ان کے سلسلے سے شیخ تربیت قیامت تک منقطع نہ ہوگا۔ اور یہ گزر چکا کہ امام شاذلی نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی قطب غوث قیامت تک ان کے سلسلہ سے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ اور یہ بات امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سلسلہ میں ظاہر ہے کہ ان کے انوار ظاہر اور اسرار مشرق و مغرب میں کھلے ہیں۔ ان کے سورج غروب نہیں ہوتے اور نہ بادل ان کے چاندوں کی روشنی کو روک پاتے، ان کے دلوں کے آسمان مریدین کے دلوں کی زمین پر ہمیشہ برستے رہتے ہیں۔ اور ان

کے ستاروں سے سالکین و مجذوبین ہدایت لیتے رہتے ہیں۔ ان کے علوم ربانی، اسرار جبروتی اور معارف غیبی ہیں۔

حق تعالیٰ نے انہیں اہل معرفت کے اطباء کی کرسیوں پر بٹھایا اور ان سے فرمایا کہ اگر تمھارے پاس میری معرفت کا بیمار آئے تو اس کو دَوا دو یا میری جدائی کا مریض آئے تو اس کا علاج کرو یا مجھ سے مایوس آئے تو اسے ڈر سناؤ یا مجھ سے تجارت کرنے میں بزدل آئے تو بہادر بناؤ یا میری راہ کا مسافر آئے تو اسے زاد راہ دو یا میری بارگاہ کا بھگوڑا آئے تو اسے میری طرف پھیر دو یا میری بارگاہ سے دوری والا آئے تو اسے مجھ سے قریب کر دو یا شہوات کے سمندر میں غرق آئے تو اس ہاتھ پکڑ لو اور مدد کرو یا دل پر حجاب والا آئے تو اس کے حجاب کو دور کر دو وغیرہ۔ اب میں تمھارے سامنے سلسلہ شاذلیہ کے بعض رجال کے بارے میں لکھ رہا ہوں اسے دل میں بٹھا لو تاکہ تمھارے سامنے ہمارے قول کا صدق اور ہماری روایت کے اسرار کھل جائے اگر تم اہل انصاف و تسلیم اور قلب سلیم والے ہو۔

اس عبد فقیر، اپنے عجز و تقصیر کے معترف نے یہ سلسلہ شاذلیہ اپنے سردار واستاد، ہمت و حال سے مریدین کے مربی، مقامات انزال میں اوصاف کے ذریعے مقام تحقیق تک پہنچانے والے، میری رات کے چہرے سے پردوں کو ہٹانے والے، قطب دائرہ وعدد، غوث، جامع، فرد شیخ سیدی محمد حمزہ ظافر مدنی (قدس اللہ سرہ العزیز) سے ان کے استاد کی وفات کے بعد طرابلس میں ۱۲۶۲ میں لیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری ان ملاقات کروادی چنانچہ میں ان کے انوار ذاتیہ اور معارف جبروتیہ سے اکتساب فیض کرتا رہا۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھے شیخ اور ان کی صحبت سے بڑا نفع دیا۔ میں

ان کی صحبت میں تقریباً اٹھارہ سال رہا۔ حضرت کی بارگاہ میں اولیاء اس کثرت سے پیدا ہوتے تھے کہ جس طرح زمین پر بارش ہونے کے بعد سبزیاں اگتی ہیں۔

آپ کے اخلاق انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کے مثل اور احوال اخص الخواص اولیاء واصفیاء کی طرح تھے۔ آپ ایسے قطب تھے دیگر اقطاب بھی آپ سے مدد طلب کرتے اور آپ ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح تھے کہ جس سے پاکیزہ نسبت والے بھی چلو بھرا کرتے تھے۔ جس پر نظر ڈالتے مستغنی کر دیتے اور جو انہیں پہچان لیتا وہ ان کے سوا کسی کو نہ چاہتا۔ ان کے احوال حیرت انگیز اور اسرار انوکھے تھے۔ علم معاملات (ظاہری علوم) میں محنت کر کے بلند مقامات حاصل کئے اور اولیاء کی ایسی خدمت کی کہ اخص الخواص اولیاء واصفیاء ان کی خدمت کرنے لگے۔ اور اس سلسلے میں مغرب اقصیٰ کی زمین میں تقریباً پچیس سال مشائخ وصالحین کی خدمت کرتے رہے یہانتک کہ آخری چشمے کے ساحل تک پہنچ گئے۔ وہ لیلیٰ کے محلے کی تلاش میں تھے یہانتک کہ انھوں اس کے اہل کو لیلیٰ کے مکان میں پایا۔ لیلیٰ کے مکان سے مراد شیخ مولانا عربی درقاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خانقاہ تھی۔

اگر ہم اپنے شیخ کے احوال کا تتبع کریں تو ہم اس مختصر رسالے کے مقصود سے نکل جائیں گے۔ ہمارا ارادہ شیخ کا کچھ تعارف کروانا ہے تاکہ شیخ کے فضل کو جان سکیں۔ ہمارے شیخ نے طریقت وحقیقت تقریباً بارہ مشائخ سے لی ہے۔ مگر فتوحات آپ کو صرف اپنے استاد قطب ربانی، عارف صمدانی ہمارے سردار سید العربي بن احمد درقاوی فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں حاصل ہوئیں۔ آپ انھیں کی طرف منسوب ہوئے اور مغرب اقصیٰ میں انھیں سے طریقت لی اور آپ ان کی خدمت میں نوسال رہے۔

اپنے شیخ کی زندگی میں شیخ کی اجازت سے مریدین کی تربیت کرتے تھے یہاںتک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نفع کو عام کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپ کے استاذ نے آپ کو ارشاد کی اجازت دی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ہر قسم کے لوگوں پر حجت قائم کر سکتے ہیں۔

پھر آپ کے شیخ نے آپ کو مدینہ منورہ لوٹ جانے کا حکم دیا اور رخصتی کے وقت ارشاد فرمایا کہ تم میرے اور رسول اللہ ﷺ کے مابین واسطہ ہو۔ پھر آپ مدینہ منورہ کی روانہ ہوگئے۔ وہاں شادی کی اور آپ کی بیٹی ہماری سردارنی فاطمہ پیدا ہوئیں۔ اور وہ ابھی بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اور انکے بھائیوں کی اصلاح فرمائے۔ جب آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے تو دل میں کہا کہ اس وقت تک طریقت کا اظہار اور تلقین نہیں کرونگا جب تک رسول اللہ ﷺ اجازت نہ دے دیں۔ پھر شیخ کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے اللہ کے بندوں کی تذکیر اور اللہ تعالیٰ کی جانب راہنمائی کی اجازت ملی۔ پھر مشہور و معروف لوگ اور سادات کرام آپ سے متعلق ہوگئے۔ ان میں سے خطیب نجیب عالم شیخ سیدی عمر بالی، عالم علامہ مفتی مدینۃ المنورہ سید احمد سنہودی اور برکتِ ظاہرہ، انوار ساطعہ شیخ احمد الرفاعی اور ان جیسے دیگر بزرگ شامل ہیں۔ اللہ ان کی عمریں دراز فرمائے۔

پھر شیخ کے ذریعے طریقہ شاذلیہ مشیشیہ مدنیہ، مدینہ منورہ میں دوبارہ زندہ ہوا کیونکہ سیدی عبدالرحمٰن زیّات مدنی (۱) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بعد یہ سلسلہ دوبارہ مدینہ منورہ کی

---

(۱) قطب سیدی عبدالرحمٰن زیّات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اصحاب خفاء میں سے تھے۔ ان سے یہ سلسلہ مغرب میں حضرت قطب عبدالسلام ابن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف منتقل ہوا تھا۔ اور قطب عبدالسلام ابن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، صاحب سلسلہ شاذلیہ قطب الاقطاب امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد تھے۔

طرف لوٹ کر نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ کی شاخ اپنے اصل کی طرف اور جوہر اپنے کان کی طرف لوٹ آیا۔ پھر تین سال تک یہاں مخلوق کو خدا کی طرف بلاتے رہے اور اس کی محبت پر جمع کرتے رہے۔ پھر آپ کو اپنے پیر کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو آپ بلادِ مغرب کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے پیر سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور تین ماہ تک استاد کی خدمت میں رہے۔ استاد نے ان کی ران پر وصال فرمایا۔ پس شیخ کی طرف استاد کا سِرّ ذات بھی منتقل ہو گیا کیونکہ سِرّ روح تو پہلے ہی عطا کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ہمارے شیخ حمزہ ظافر مدنی اپنے پیر کے دونوں اسرار کے وارث ہو گئے۔ کیونکہ کسی ولی کا سِرّ ذات اسکے خلیفہ کی طرف اس کے انتقال سے پہلے منتقل نہیں ہو سکتا۔ ہم نے اس بارے میں تفصیلی گفتگو اپنے رسالے "الاجازۃ الربانیۃ لاھل الطریقۃ الشاذلیہ المدنیۃ" میں کی ہے۔

ہمارے آقا عربی درقاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال سن ۱۲۴۲ ہجری میں ہوا۔ پھر ہمارے شیخ مغرب اقصیٰ سے طرابلس میں آکر رہائش پذیر ہو گئے۔ شیخ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے طرابلس کی زمین کو دوبارہ زندہ فرما دیا۔ اس کے بادل خوب برسے جس سے اس کے پھل پک گئے اور اس کی شاخوں پر پھول ظاہر ہوئے اور درخت پروان چڑھے۔ عقل والوں نے ان سے چنا اور احباب نے اس سے خوب لیا۔ ہاں وہ کیسی بھلی بہار تھی اور کیسے اچھے اس کے پھل پکے اور یہ سب کتنے کم زمانے میں ہو گیا! پس خوشخبری اس کے لیے جو شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اپنے ایام شیخ کی صحبت سے معمور کئے، وہ سعادت مند ہوا جس نے ان کو دیکھا اگرچہ لمحے بھر کو دیکھا، اور ان کے جام سے پیا اگرچہ چلو بھر ہی لیا۔

چنانچہ شیخ حمزہ ظافر مدنی کا نور ایسے ظاہر ہوا کہ جیسے دوپہر کے وقت سورج آسمان پر چمکتا ہے یا رات کے اندھیروں میں روشنی کرنے والی شمع۔ شیخ کی موجودگی اس علاقے میں ایک سجے ہوئے بازار کی طرح تھی، پس جس نے اس سے جتنا چاہا نفع پایا اور جس نے نفع نہ پایا وہ نقصان میں رہا۔ شیخ مخلوق کو اللہ طرف بلاتے رہے اور انہیں اللہ کی محبت پر جمع کرتے رہے یہاںتک کہ جمادی اولی کی ۲۵ تاریخ ۱۲۶۴ ہجری کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ہزاروں مرید متجر دین (دنیا سے کٹے ہوئے) چھوڑے اور بہت بڑی تعداد تربیت کرنے والے مشائخ کی چھوڑی جو مخلوق کو اللہ کی طرف بلاتے تھے اور اسی کی محبت پر جمع فرماتے تھے۔ ان کی تعداد کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ مختلف شہروں میں پھیل چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے لوگوں کے دلوں کو روشن کیا اور ان کے ذریعے ہر سالک و مجذوب کو فائدہ پہنچایا۔ جب شیخ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنا قائم مقام اپنے سعادت منداور معزز بیٹے شیخ سیدی محمد کو بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے شیخ کے ذریعے طریقت کی اُس راہ کو ظاہر کیا جو بھلادی گئی تھی اور اُس دیوار کو قائم کیا جو گر چکی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ انہیں ان کے وطن اصلی کی طرف پھیریں اور فرع کو اصل سے ملا دیں تو انہیں اہل عرفان سے ملا دیا۔

اہل عرفان نے انہیں مقامات احسان تک پہنچا دیا جو کہ جمع الجمع کا مقام ہے اگرچہ اس مقام کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی تأدیب و تہذیب کی گئی اور یہ اپنے شیخ کی صحبت میں سالوں رہے یہاں تک کہ ان کی جدائی کا وقت آیا تو انکے شیخ نے انہیں ارشاد اور ظہور کا حکم فرمایا تاکہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ پس شیخ نے سلسلہ پھیلایا اور حقیقت کے اسرار کو ظاہر کیا تو آپ کے دامن سے علماء، فضلاء، سرداران قوم اور

سادات کرام وابستہ ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اندھی اقوام اور غفلت میں چھپے دلوں کوہدایت عطافرمائی۔ مغرب میں آپ کا سلسلہ ایسا پھیلاکہ جس طرح آسمان پر سورج کی روشنی پھیلتی ہے یااندھیری رات میں جلتی ہوئی شمع چمکتی ہے۔آپ کا فیض ہرایک کو پہنچا اور نیک وبدنے فائدہ اٹھایا۔ شیخ کی کرامات اور خوارق عادت اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیاجاسکتا۔ان میں سے ایک یہ ہے ایک مرتبہ آپ علیل ہوئے۔ آپ کے احباب نے کہاکہ ہم آپ کے لیے طبیب کوبلاتے ہیں۔ احباب نے محبت میں فوج کے طبیب کوبلالیا اور انہیں معلوم نہیں تھاکہ یہ طبیب غیرمسلم ہے۔ طبیب کوشیخ کی خدمت میں لاکرعرض کی کہ ہم بہترین سرکاری طبیب لائے ہیں۔ شیخ ترکی زبان جانتے تھے۔شیخ نے طبیب سے پوچھاکہ تم کہاں کے ہو؟ اس نے کہاکہ میں ترک حکماء میں سے ہوں۔شیخ نے جان لیاکہ یہ عیسائی ہے۔شیخ نے ارشاد فرمایاکہ میرا علاج کافرنہیں کریگا۔

چنانچہ وہ نصرانی طبیب شیخ کے پاس سے غضب ناک ہوکر چلاگیا۔جب وہ اپنی جگہ پہنچ کرسوگیاتواس نے خواب میں ایک شخص کواپنے اوپرتلواراٹھائے دیکھا۔ اور وہ کہہ رہاہے کہ کھڑے ہوجاؤ، اسلام قبول کرواور شیخ کاعلاج کرو، ورنہ میں تمھاری گردن اڑادونگا۔وہ اٹھ کربیٹھ گیامگرخواب سمجھ کردوبارہ سوگیا۔اس نے دوسری بار وہی معاملہ دیکھا۔ وہ دوبارہ سوگیا۔ اس نے تیسری باروہی خواب دیکھا توکھڑاہوگیا اور فجر سے پہلے شیخ کی خانقاہ میں حاضرہوکراسلام قبول کیااور پھرشیخ حمزہ طافرمدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کاعلاج کیا۔شیخ حمزہ کے شیخ مولاناسید العربی درقاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تھے۔انھوں نے طریقت وحقیقت اپنے شیخ مولاناسیدعلی عمرانی فاسی ملقب بجمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔

مولانا سید العربی در قاوی زبردست عالم، عامل، فاضل اور بہت بڑے قاری قرآن تھے۔ آپ اہل فاس کے مشہور علماء وسرداران، اہل ثروت وجاہ ومروت ودیانت والوں میں سے تھے۔ آپ قطب کامل، جامع شریعت وحقیقت تھے اور پچاس سال قطبیت کبریٰ پر فائز رہے۔ ان کی بہت کرامات ہیں جنھیں گنانہیں جاسکتا۔ ایک یہ ہے کہ شروع میں آپ بچوں کو مدرسہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ اور زوال کا وقت بچوں کی استراحت کا وقت تھا۔ بچے مدرسے سے جاچکے تھے۔ اچانک آپ نے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا اے باری والے! آپکو اپنا احساس نہ ہوا مگر یہ دیکھا کہ آپ سمندر میں ایک کشتی کے بیچ ہیں۔ اور عیسائیوں کی تین کشتیاں مسلمانوں کی کشتی چھیننا چاہتی ہیں۔ میں نے ایک کشتی پر اپنی ہمت جمع کی تو اسے پانی میں غرق کردیا۔ دوسری پر اپنی ہمت جمع کی تو اسے بھی پانی میں غرق کردیا۔ اور پھر تیسری پر بھی اپنی ہمت جمع کی تو اسے بھی پانی میں غرق کردیا۔ مجھے اپنی جان کا احساس نہ ہوا مگر میں نے خود کو مدرسہ میں پایا مگر میرے کپڑے تر تھے اور ایسا لگتا تھا کہ گویا مجھے کسی نے کوڑوں سے مارا ہو۔ اگر ہم ان کی کرامات کا تتبع کریں تو اس یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ ہمارا ارادہ صرف سلسلہ شاذلیہ کے رجال کے بارے میں کچھ بتانا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے محبین کو ان بزرگوں سے نفع دے۔ آمین۔

مولانا سید علی عمرانی جمل معروف سادات کرام اور علماء اہل عرفان میں سے تھے۔ انہوں نے یہ طریقت اپنے استاد قطب ربانی عارف صمدانی شیخ سیدی العربی بن احمد بن عبداللہ سے لی، یہ بزرگ اہل فاس میں غوث اور اصحاب خفاء میں شمار کئے جاتے تھے۔ پھر یہ سلسلہ شاذلیہ ان کے معنوی بیٹے سیدی علی جمل کے ہاتھوں شہرت کی انتہاء

پر پہنچ گیا حتی کہ اہل مغرب انہیں جملیہ کہنے لگے۔ شیخ علی جمل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھوں بھی کثیر خوارق عادت اور کرامات ان کی زندگی میں اور وصال کے بعد ظاہر ہوئیں۔ ان کا مزار شریف شہر فاس میں ہے، لوگ بکثرت زیارت کرتے ہیں اور دفع مصائب و بلا کے لیے معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے اہل محبت کو ان سے نفع دے، آمین۔

شیخ سیدی العربی بن احمد بن عبداللہ فاسی نے یہ طریقہ اپنے استاد، اپنے جسمانی اور معنوی باپ شیخ احمد بن عبداللہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لیا تھا۔ شیخ العربی بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے عالم فاضل زاہد متقی اور مجاب الدعوات تھے۔ بادشاہان وقت بھی آپ کے مقابلے کی تاب نہ رکھتے تھے۔ ان کی سطوت و ہیبت دلوں پر چھائی ہوئی تھی۔ غیب کے چشموں سے ان کے انوار جاری و ساری تھے۔ آپکا مزار شریف بھی شہر فاس میں دفع مصائب اور حصول خیرات کے لیے مشہور و معروف ہے۔ آپ کے والد احمد بن عبداللہ فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ طریقت و حقیقت اپنے آقا و استاد، بحر العلوم و عرفان، مجمع البحرین شیخ قاسم اخصاصی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ شیخ قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی فاس کے اہل عیان و سرداران میں سے تھے اور مشارالیہ تھے۔ آپ کا مزار شریف بھی فاس میں قضاء حوائج کے لیے مجرب ہے۔ جو کوئی ان کی قبر شریف کی زیارت کرے اور ان کے وسیلہ سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ کوئی بیمار زیارت کرے اللہ تعالیٰ اسی وقت شفاء عطا فرما دیتا ہے۔

اے اللہ ہم ان بزرگوں کے وسیلہ اور جاہ کے ذریعے تجھ سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں اور ہمارے محبین کو ان کا فیض عطا فرما، آمین۔ شیخ سیدی قاسم اخصاصی نے یہ طریقت و حقیقت، اس کے انوار اور بلندیاں، موجیں مارتے علوم کے سمندر،

معارف کے عوارف کو ظاہر کرنے والے، قطب ربانی، عارف صمدانی شیخ عبدالرحمٰن فاسی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے تھے۔ سیدی شیخ عبدالرحمٰن فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم ظاہرہ میں سمندر تھے۔ ان کی متعدّد تالیفات ہیں، جن میں بخاری شریف کی شرح، عملیات فاسیہ، امام مالک کے مذہب معیار کی شرح، امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حزب کبیر پر حاشیہ شامل ہیں۔ اور جہاں تک علم حروف، اوفاق، دوائر اور اسرار کا تعلق ہے تو آپ ان علوم کی چکی کے قطب اور دن کے سورج تھے۔ اہل فاس آپ کو اعلیٰ قلم والے کہتے تھے۔ آپ کا مزار فاس میں ہے اور آپ اپنے آباء واجداد کے ساتھ مدفون ہیں۔ شہر فاس میں علم وعمل وولایت میں ان کی شہرت ایسی ہی ہے جیسی کہ مصر میں سادات وفائیہ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب بزرگوں کا فیض عطا فرمائے، آمین۔

شیخ سیدی عبدالرحمٰن فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد سیدی محمد سے لی تھی جو سید احمد بن عبداللہ کے والد تھے، جن ذکر ابھی گزرا۔ ان دونوں بزرگوں یعنی سیدی عبدالرحمٰن فاسی اور سیدی محمد رحمۃ اللہ علیہما نے طریقت و حقیقت بحر العلوم ،جن کا سرِ ہر موجود میں جاری، جن کے بحر سے ہر ایک نے لیا، سخت دلوں کو نرم کرنے والے قطب سیدی یوسف فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ سیدی یوسف فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولیاء کبار اور عارفین اخیار میں سے تھے۔ ان کا مزار شریف بھی فاس میں اپنے آباء واجداد کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے احباب کو ان کا فیض عطا فرمائے۔

سیدی شیخ یوسف فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد قطب ومحبوب شیخ عبدالرحمٰن مجذوب سے لی تھی۔ شیخ یوسف فاسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فضیلت ان کی حیات ہی میں اہل فاس کے نزدیک مسلم تھی۔ ان کے حیرت انگیز احوال اور انوکھے

اسرار اور متعدّد کرامات معروف تھیں۔ ان کا ظاہر ملامتی اور ر باطن محمدی تھا یا ان کا ظاہر خضری اور باطن محمدی اور موسوی تھا۔ تصوف میں ان کا کلام اہل اللہ کے یہاں بہت معتبر ہے۔ آپ کا مزار شریف مغرب اقصیٰ میں چودھویں کے چاند کی سی شہرت رکھتا ہے۔ عالم و جاہل سب اس سے واقف ہیں اور حل مشکلات کے لیے ہر واصل و مجذوب وسیلہ لیتا ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن مجذوب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت ایسے ولی سے لی تھی کہ جن کی ولایت بہت معروف تھی اور وہ جاگتے اور سوتے میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرتے تھے یعنی قطب سیدی علی صنہاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے زاہد و متقی و عارف و محقق اور علم شریعت و حقیقت کے جامع تھے۔ بڑے مرتبہ والے تھے۔ اہل مغرب میں آپ دوّار یعنی سیّاح کے نام سے معروف تھے۔ جسر الغیث کے پاس آپ کی قبر شریف کے وسیلے سے دعا کی جاتی ہے۔ لوگ آپ کی قبر شریف پر جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ دیتے ہیں تو اُسی وقت بارش ہوجاتی ہے۔ آپ کی یہ کرامت یہاں کے لوگوں میں بہت مشہور ہے۔ اے اللہ ہم اور ہمارے احباب ان بزرگوں کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں ان کا فیض عطا فرمادے، آمین۔ سیدی شیخ علی صنہاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد بحر العلوم، قطب الھمام ابو اسحاق ابراہیم افحام سے لی تھی۔

آپ شیر کی طرح بہادر تھے۔ علماء کو کوئلے مہیا کیا کرتے تھے حتیٰ کہ لوگوں میں افحام کے نام سے معروف ہو گئے۔ اور ان کے فضل کی خاص و عام کیوں نہ گواہی دینگے جب کہ ان کے شیخ موجیں مارتا سمندر، سیدی احمد زرّوق تھے۔ سیدی ابراہیم افحام نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، بحر العلوم والمعارف، شیخ کلِ مجذوب

وسالک، قطبِ ربانی، ہیکلِ صمدانی سیدی شیخ احمد زرّوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اور ان کے علوم سے نفع عطا فرمائے، آمین۔

سیدی احمد زرّوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زبردست عالم، عامل، زاہد اور متقی تھے۔ ان کی متعدّد تالیفات ہیں جن میں قرآن عظیم کی تفسیر بھی شامل ہے۔ میں نے حضرت کے ہاتھ سے لکھی ہوئی تفسیر نہ صرف دیکھی بلکہ طرابلس میں ہمارے مرشد کی خانقاہ میں اس کا مطالعہ بھی کیا ہے۔ ان کی "الحکم العطائیہ" کی شروحات بھی ہیں۔ جن میں سے سات کا میں نے مطالعہ کیا ہے۔ اور ایک تو خود ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ میں نے بعض اہل علم سے سنا ہے کہ ان کی "الحکم" پر چھتیس شروحات ہیں۔ علم تصوف پر ان کی متعدّد تصانیف ہیں۔ "متنِ قرطبیہ" کی امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر تین شروحات لکھی ہیں۔ "رسالۃ ابن ابی زید القیروانی" کی شرح رقم فرمائی، اسماء حسنیٰ کی شرح رقم فرمائی، آپ نے کتاب "النصائح" لکھی، آپ کی ایک کتاب کا نام "کتاب القواعد الاصلیہ فی طریق الصوفیۃ" ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر شریف تریسٹھ سال ہوئی۔ لوگوں نے آپ کی پیدائش سے وفات تک کی عمر اور تصانیف کا حساب کیا تو ہر روز آٹھ صفحات بنتے ہیں۔

آپ کی متعدّد کرامات ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دن کوئی شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اس نے دیکھا کہ آپ وضو فرما رہے ہیں اور قلم کاغذوں پر خود بخود لکھنے میں مصروف تھا۔ شیخ احمد زرّوق کی فضیلت کے لیے تو اتنا بھی کافی ہے کہ سیدی شیخ محمد بن یوسف سنوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب "التوحید" اور ان کے استاد شیخ جزائری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب "الجزائریۃ فی التوحید"، دونوں ہی شیخ احمد زرّوق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ شیخ کی ایک شطح ہے جو ان کے مقام کے علو اور رفعت شان پر دلالت کرتی

ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات میں ایک یہ بھی ہے کہ طرابلس کے عرب قبائل میں سے ایک قبیلہ ڈاکوؤں کا تھا۔ جو قافلہ بھی ان کے نزدیک سے گزرتا اسے لوٹ لیتے تھے۔ ایک مرتبہ شیخ ان کے قریب سے گزرے تو انھوں نے شیخ اور ان کے شاگردوں کو لوٹ لیا اور جسم پر صرف ستر کو چھپانے والے کپڑے ہی چھوڑے تھے۔ شیخ کے شاگردوں نے شیخ کو دیکھا تو شیخ کی حالت میں ذرا تغیر نہ پایا۔ اور وہ بالکل مطمئن تھے۔ اسی اثناء میں کسی نے کہا کہ اس شیخ کو دیکھو، ان کی شلوار میں سونا ہے۔ پس ایک ڈاکو شیخ کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ شلوار اتارو۔ شیخ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! ستر عورت ظاہر کرنا حرام ہے۔ ڈاکو نے دوسری مرتبہ کہا کہ اتارو، ورنہ قتل کردونگا۔ اور شیخ اسے مسلسل نصیحت کررہے تھے ستر عورت ظاہر کرنا ہمارے لیے حرام ہے۔ وہ ڈاکو غصہ میں شیخ کی طرف برے ارادے سے بڑھا۔ شیخ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین انہیں نگل لے۔ زمین نے سب ڈاکوؤں کو پکڑ لیا اور وہ اس میں دھنسنے لگے۔ پھر تو تمام ڈاکو رونے لگے اور گڑگڑا کر شیخ سے عرض کرنے لگے کہ ہم اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔ شیخ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر زمین کو حکم دیا کہ اے زمین انہیں چھوڑدے۔ تو زمین نے انہیں چھوڑ دیا اور وہ باہر نکل آئے۔ اور سب توبہ کرکے شیخ کے ساتھ چل پڑے۔ اور وہ سب شیخ کی خانقاہ کے خادم ہوگئے اور ان میں سے آج تک کوئی پیچھے نہیں ہٹا۔ ان لوگوں کو "الحسون" کہا جاتا ہے۔

سیدی شیخ احمد زروق نے طریقت تو متعدّد مشائخ سے لی تھی مگر آپ ان میں سے کسی کی جانب منسوب نہیں کئے جاتے۔ تصوف کا اصول ہے کہ بندہ اسی کی جانب منسوب کیا جاتا ہے کہ جس کے ہاتھ پر ولادت معنوی ہو۔ پس وہ ہی روح کا باپ

ہوتا ہے۔ چنانچہ اہل تصوف اس کو صرف اسی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جس کے ہاتھوں سے اسے وصل ملا ہو۔ پس یہ ہی روحانی ابوّت کی حقیقت ہے۔ کیونکہ ابوّتِ معنوی جسمانی ابوّت کی طرح ہوتی ہے۔ لہذا آپ دیکھو گے کہ مشائخ متعدّد شیوخ سے طریقت لیتے ہیں مگر خود کو منسوب صرف اسی کی طرف کرتے ہیں جو ان کے لیے دروازہ کھول دے اور قرب کی بساط پر احباب کے ساتھ بٹھا دے۔ اس طرح سے معنوی ابوّت روحانی بنوّت سے متّصل ہو جاتی ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک "جو دو مرتبہ پیدا نہ ہو وہ ملکوت سمٰوٰت میں داخل نہیں ہو سکتا" کا یہ ہی معنی ہے۔ سیدی شیخ احمد زروق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، بحر العلوم والاسرار، غوث انام، قطب دائرہ، عارف باللہ ابی العباس سیدی شیخ احمد بن عقبۃ الحضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔

سیدی احمد بن عقبۃ حضرمی طریقت و حقیقت کے جامع تھے۔ اور علم وراثت کے میں متمکّن تھے۔ آپ کی بھی متعدّد کرامات اور حیرت انگیز احوال ہیں۔ اور ان کے اتنے کثیر مکاشفات ہیں جنہیں اِحاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ جب شیخ احمد زروق مغرب اقصیٰ سے آئے تو شیخ عقبۃ حضرمی نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ تمھارے مغربی بھائی کی ملاقات کے لیے میرے ساتھ بلاق چلو حالانکہ شیخ احمد عقبۃ حضرمی کو بظاہر شیخ احمد زروق کے آنے کی کسی نے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ پس جب بلاق میں کشتیاں لنگر انداز ہونے کی جگہ پر پہنچے تو اس وقت شیخ احمد زروق کشتی سے اترے ہی تھے۔ چنانچہ وہ سیدی احمد حضرمی سے ملے اور انہیں شیخ عبداللہ مکی کے ساتھ پیش آنے والے سارے معاملے کا ذکر کیا۔ شیخ ابو عبداللہ مکی نابینا تھے۔ شیخ ابو العباس حضرمی نے فرمایا کہ تمھیں شیخ ابو عبداللہ مکی کے معاملے میں گھبرانے کی

ضرورت نہیں ہے۔ اور انہیں قاہرہ لے جاکر عہود واوراد تعلیم فرمائے اور خلوت میں بٹھادیا۔ شیخ زروق کئی دن تک خلوت میں رہے۔

ایک دن شیخ احمد حضرمی اپنے مریدین کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اچانک اپنا ہاتھ بڑھایا اور چِلّا کر اپنے مریدین سے فرمایا کہ اپنے مغربی بھائی کی طرف جاؤ کیونکہ ایک اندھے سانپ نے ان کی خلوت پر حملہ کردیا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ شیخ احمد زروق کی خلوت کی طرف گئے تو دیکھا کہ خلوت گاہ شیخ زروق پر گری ہوئی ہے۔ انھوں نے شیخ زروق کو اس کے نیچے سے نکالا لیکن اللہ کے حکم سے شیخ احمد صحیح و سالم نکلے اور کوئی چیز انہیں نقصان نہ پہنچا سکی۔ البتہ شیخ احمد حضرمی کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ آپ نے شیخ زُرّوق سے فرمایا کہ اللہ نے تمھیں اس اندھے سانپ سے نجات دیدی ہے اور اب اس کا تم پر کوئی تسلط باقی نہ رہا۔ شیخ ابو عبداللہ مکی اس وقت شہر فاس میں تھے۔ انھوں نے وہاں سے غیرت میں شیخ زروق کو ہلاک کرنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تھا، چنانچہ انھوں نے شیخ زروق پر خلوت کو گرادیا لیکن شیخ حضرمی کی حفاظت کی وجہ سے شیخ زروق کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ یہ ہی معنی ہے ہمارے اس قول کا کہ شاذلیہ سلب سے مامون ہیں۔ یہ کاملین کا حال ہے کہ وہ اپنے مریدین کی حفاظت فرماتے ہیں۔

جہاں تک شیخ احمد زروق اور شیخ ابو عبداللہ زیتونی مکی کا معاملہ ہے تو اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ شیخ احمد زروق نے شہر فاس میں شیخ ابو عبداللہ زیتونی مکی سے عہد لیا تھا یعنی بیعت کی تھی۔ اور ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے اور خدمت کرتے تھے۔ ایک دن شیخ ابو عبداللہ نے انہیں کسی کام سے بھیجا۔ جب شیخ زروق واپس شیخ ابو عبداللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک نہایت حسین و جمیل عورت شیخ کے دائیں

جانب بیٹھی ہے اور اسی طرح ایک بائیں جانب بیٹھی ہے۔ شیخ کبھی اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور کبھی دوسری کی مائل ہوتے ہیں۔ شیخ زروق نے دل میں کہا کہ یہ تو زندیق ہے۔ شیخ ابوعبداللہ نے جواباً کہا کہ اے یہودی نکل جا یہاں سے۔ چنانچہ شیخ زروق وہاں سے نکل گئے۔ چونکہ شیخ نے یہودیت کا بوجھ ڈال دیا تھا تو شیخ زروق روئے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ وزاری کرنے لگے۔ پھر آپ شیخ ابوعبداللہ زیتونی کے ایک قریبی مصاحب کے پاس گئے اور ان سے سفارش کا کہا تو وہ انہیں لے کر دوبارہ شیخ ابوعبداللہ کی خدمت میں آئے۔ شیخ ابوعبداللہ نے نرمی سے کام لیا مگر فرمایا کہ جس شہر میں میں رہوں گا تم اس شہر میں نہیں رہو گے۔ اور فرمایا کہ اے زروق! وہ عورتیں جو تم نے دیکھی تھیں وہ دنیا وآخرت کی تمثیلیں تھیں۔ دونوں مجھے اپنی اپنی جانب بلانا چاہتی تھیں مگر میں کسی کی طرف مائل نہ ہوا۔

اس کے بعد شیخ زروق شہر فاس سے نکل کر سیدی ابوالعباس حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مصر میں ملے تھے اور انہیں تمام باتیں ذکر کی تھیں جس پر شیخ حضرمی نے فرمایا تھا کہ تم نہ ڈرو۔ پس میرے بھائی دیکھ لو کہ مشائخ شاذلیہ زندہ ہیں یا مردہ؟ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان کے نور سے روشن فرما دے اور اپنے کرم سے ان کے رحمانی حلے پہنا دے، آمین۔

شیخ ابوالعباس حضرمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقت وطریقت اپنے آقا ومرشد، قطب ربانی، عارف صمدانی، غوث امت، سراج ظلمت، حسیب ونسیب سیدی سید یحییٰ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ ربانی محمدی اولیاء میں سے تھے۔ بڑے اہل کشف، سرِّ راسخ، زاہد ومتقی تھے۔ آپ اپنے زمانے میں غوثیت کے درجے میں فائز تھے اور تمام موجودات

میں متصرف تھے۔ اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان کا فیض عطا فرما اور ان کے جام سے پلا اور اہل تمکین و رسوخ کے مقامات وصول میں انہیں ہمارا وسیلہ بنا، آمین۔

حضرت سید یحییٰ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، دو پاکیزہ نسبتوں والے یعنی روحانی و جسمانی، دو معزز عنصر والے یعنی ملکی و ملکوتی، قطب دائرہ وعدد، غوث جامع، فرد قائم بعھد اللہ، قطب سیدی علی وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ سیدی علی وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ اپنے جدّ امجد سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کے وارث تھے۔ آپ بہت بڑے عالم و عامل، دو بازوؤں والے یعنی شریعت و حقیقت کے جامع تھے۔ شیخ علی اور ان کے والد رحمۃ اللہ علیہما کی تعریف و فضیلت میں وہ کافی ہے جو شیخ علامہ عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے۔ علامہ زرقانی نے سادات وفائیہ کی مدح میں پوری کتاب تالیف فرمائی ہے۔

میں (شیخ محمد بن محمد بن مسعود صاحب کتاب) اس قابل ہی نہیں کہ اس وادی میں قدم رکھ سکوں اور ان آسمانی ستاروں کو گن سکوں۔ میرا گمان ہے کہ میں نے ان بزرگوں کے در پر تطفّل کیا ہے اور اہل کرم کی شان نہیں کہ دروازے پر آئے ہوئے کو اپنے کرم سے محروم کردیں۔ سادات وفائیہ کی شہرت چودھویں کے چاند کی مانند ہے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کے انوار قدسیہ عطا فرمادے اور ہمارے بواطن کی ان کے ربانی مشاہدہ سے اصلاح فرمادے۔ ہمیں ان کے ساتھ قرب و مشاہدہ کی بساط پر جمع فرمادے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہمیں ان کے نسب سے ملحق کردے اور ان کے حسب کی تحقیق از روئے مراقبہ و معرفہ کرادے۔

شیخ سیدی علی وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت کی تلقین اپنے حسی و معنوی والد، قطب ربانی، ہیکل صمدانی، غوث ہمام، فرد جامع، امام بحر صفا، قطب محمد وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے

لی تھی۔ ان بزرگوں کی فضل و مدح میں امام عبدالوھاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "طبقات الکبریٰ" میں اور امام سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی "طبقات" میں بہت خوب لکھا ہے۔ اے اللہ ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتے ہیں کہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کے مواہب لدنیہ اور علوم ذاتیہ میں سے حصہ عطا فرمادے۔

حضرت بحر صفا سیدی شیخ محمد وفا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ طریقت و حقیقت اپنے مرشد، قطب کبیر، غوث شہیر، اعلیٰ مقالات والے، شیخ سیدی داؤد باخلی (ماخلی) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔

حضرت داؤد باخلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اولیاء عارفین، علماء راسخین میں سے تھے۔ آپ بڑے زاہد، صاحب ورع، عالم، عامل، شریعت و حقیقت کے جامع تھے۔ ان کی حزب البحر پر ایک شرح ہے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا نفع عطا فرما۔ سیدی داؤد باخلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شریعت حقیقت اپنے آقا و مرشد، علوم کا موجیں مارتا سمندر، قطبِ وجود، علم شریعت و حقیقت میں متمکّن، سیدی شیخ احمد بن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔

شیخ احمد بن عطاء اللہ اسکندری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہ عظیم ہستی ہیں کہ جن کے علوم سے اہل ظاہر اور اہل باطن دونوں ہی نے اکتساب فیض کیا۔ آپ کی ولایت کا ہر ساکن و متحرک نے اقرار کیا۔ آپ عالم، عامل، زاہد، متورع اور مذہب اہل شریعت اور مذہب اہل حقیقت، دونوں ہی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی متعدّد تالیفات ہیں، جن میں "الحکم العطائیۃ" بھی شامل ہے۔ زمین کے مشارق و مغارب میں اس کی دھوم مچی ہے۔ تُو کسی عالم کو نہ پائے گا کہ وہ صاحب ذوق ہو اور اس نے اس کتاب پر شرح نہ لکھی ہو اور ہر صالح عالم کو دیکھے گا کہ وہ اس کا کا مطالعہ کرنے والا اور اس کتاب کی باریکیوں اور اسرار پر کلام کرنے والا ہے۔ ان کتب میں "التنویر فی

اسقاط التدبیر"، "لطائف المنن"، "مفتاح الفلاح"، "تاج العروس" وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب پر بھی آپ نے کتب لکھی ہیں۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان کے فیض سے بہرہ مند فرما۔

شیخ احمد بن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، قطبِ وجود، غوث کل موجود، مضبوط و بلند پہاڑ، سیدی شیخ ابو العباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔

سیدی شیخ ابو العباس مرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب، عارف، محقق اور اپنے شیخ کے علوم کے وارث، ان کے قائم مقام، قطبیت کبریٰ اور خلافت ربانیہ کے حامل تھے۔ ان کی شہرت و فضل کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی اس بارے میں جاننا چاہے تو ان کے شاگرد ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب "لطائف المنن" کا مطالعہ کر لے۔ بے شک انھوں اپنے شیخ اور ان کے سلسلہ کا بہت اچھا تعارف بیان فرمایا ہے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان کے فیض سے بہرہ مند فرما۔

سیدی شیخ ابو العباس مَرسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، ناصر الدین والملت، غار واصلین، زمزم عارفین، اہل تمکین کو مقربین کی اعلیٰ منازل تک پہنچانے والے، قطب ربانی، عارف صمدانی، اعلیٰ نسب والے سید سیدی ابو الحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔

امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فضیلت میں مُنصِف کے لیے وہ کافی ہے جو ہم نے اس رسالے میں لکھا اور ہم نے بھی گہرے سمندر سے صرف ایک نقطہ ہی ذکر کیا ہے۔ اور تمھارے لیے وہ کافی ہے جو شیخ احمد بن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "لطائف المنن" میں لکھا ہے۔ اے اللہ ہم اس راز کا وسیلہ لیتے ہیں جو تیرے اور ان بزرگوں

کے مابین ہے اور ان علوم لدنیہ اور معارف ربانیہ کا وسیلہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو معارف قدسیہ کے حلے پہنادے ۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۔ نبی کریم، بشیر و نذیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاہ کے طفیل ہماری دعا قبول فرمالے اے رب العالمین، آمین۔

سیدی شیخ امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، صاحب علوم لدنیہ و معارف ربانیہ، قطب الوجود، بقیہ اہل شہود، غوث، فرد، معانی کے اسرار کے جامع، غوث امت، سراج ملت شیخ سید میرے آقا عبدالسلام ابن مشیش رحمۃ اللہ علیہما سے لی تھی۔

حضرت شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر اولیاء اور عارفین باللہ میں سے تھے، آپ قطب وقت، وارث اور شریعت طریقت کے جامع تھے۔ آپ کے زمانے میں آپ جیسے اہل اللہ پر سورج طلوع نہ ہوا تھا۔ آپ کی کرامات اور خوارق عادت اس کثرت سے ہیں کہ انہیں گنا نہیں جاسکتا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت کے دن حضرت پیران پیر، دستگیر، غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک غیبی ندا سنی کہ اے عبدالقادر اپنے قدم اہل مغرب سے بلند کیجیے کہ آج مغرب کا قطب پیدا ہو گیا ہے۔ چنانچہ حضور پیران پیر مغرب اقصیٰ میں جبل اعلام کی طرف روانہ ہوئے جو شیخ عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت گاہ تھی۔ اور ان کے والد سیدی مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہاں تشریف لاکر فرمایا کہ ذرا اپنے بیٹے کو لاؤ۔ تو وہ اپنے ایک بیٹے کو لے آئے۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ نہیں دوسرا بیٹا لاؤ۔ وہ اپنے تمام بیٹے لے آئے اور عرض کہ حضور کہ ایک ہی بیٹا رہ گیا ہے جو آج ہی پیدا ہوا ہے۔ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ وہی میں

چاہتا ہوں، اسے لے آؤ۔ وہ لے آئے، حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے لے لیا اور اس پر اپنا دست ولایت پھیرا اور اس کے لیے دعا فرمائی۔

شیخ عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی فضیلت اور جلالت قدر کے لیے تو اتنا بھی کافی ہے کہ وہ تین اقطاب کے استاد ہیں یعنی قطب سیدی ابراہیم دسوقی، قطب سیدی احمد بدوی اور قطب سیدی امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہم۔ اے اللہ تو حضور نبی کریم خیر البریہ کے سے وسیلے ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما۔

سیدی شیخ عبدالسلام بن مشیش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، علوم و معارف کے سمندر، عوارف کی زبان کے ترجمان، قطب ربانی، غوث صمدانی سید عبدالرحمٰن مدنی عطار ملقب بزیّات سے لی تھی۔ آپ مدینہ منورہ (علی ساکنھا افضل الصلوۃ والسلام) کے محلے زیاتین کے رہائشی تھے۔

آپ اکابر اولیاء اور رجال الغیب میں سے تھے۔ اور ولایت میں غوث کامل اور فرد جامع تھے۔ آپ شیخ عبدالسلام کے پاس اس وقت تشریف لائے تھے جب سال کی عمر میں ان پر جذب طاری ہوگیا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے عبدالسلام میں آپ کا شیخ و مرشد ہوں۔ اور انہیں ان کے آئندہ کے معاملات اور احوال کی خبریں دیں اور ایک ایک مقام کے بارے میں بتایا۔ اور انہیں بتایا کہ میں ہر حال اور ہر مقام میں تمھارا واسطہ ہوں۔ بعد میں ایک مرتبہ شیخ عبدالسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا گیا کہ شیخ عبدالرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کے پاس تشریف لاتے تھے یا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے؟ آپ نے جوابا ارشاد فرمایا کہ دونوں ہی صورتیں ہوا کرتی تھیں یعنی کبھی میں اور کبھی وہ تشریف لایا کرتے تھے۔ پھر سوال

کیا گیا کہ یہ ملاقات عام سفر کے ذریعے ہوتی تھیں یا طی الارض کے طور پر؟ آپ نے فرمایا کہ طی ارض کی صورت میں ہوتی تھیں۔ اللہ ہم تیری بارگاہ میں وسیلہ پیش کرتے ہیں اس محبت کا جو توان سے اور وہ تجھ کرتے ہیں کہ ہمیں اور ہمارے احباب کو ان روشن و نفع بخش مواہب کی بارش سے سیراب کردے جو ہمارے دلوں اور ارواح کو زندہ کردے تاکہ تُو ہمیں اس کے ذریعے مقربین کے اعلیٰ درجات اور عارفین کے مشاہدہ تک پہنچادے۔ آمین بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

شیخ عبدالرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے مرشد قطب ربانی، عارف صمدانی، اہل مشارق و مغارب کے مشائخ کے شیخ، غوث زمان، وسیلہ اہل عرفان قطب تقی الدین فقیر (تصغیر) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی۔

شیخ تقی الدین فُقَیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر عارفین میں سے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام، تنزلات الٰہیہ میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اے اللہ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما اور ان کے نقش قدم پر چلنے اور ان کے آداب پر حسی و معنوی طور پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما۔

حضرت شیخ تقی الدین فُقَیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، غوث لامع، فرد جامع، ایسے قطب کہ کوئی انکے مقام میں شریک نہ تھا، کوئی ان کے زمانے میں ان کے علوم کے قریب بھی نہ پہنچا تھا، علوم کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، طریقت و حقیقت کے امام سیدی شیخ فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی۔ آپ مشائخ مربیین اور اقطاب متصرفین میں سے تھے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کے علوم و اسرار سے فائدہ عطا فرما بجاہ سید المرسلین وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

شیخ فخرالدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقاومرشد قطب ربانی، عارف صمدانی، غوث جامع، برہان ساطع، قطب نورالدین ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ عارف، محقق، طریقت کے دقائق پر مشتمل اسرار حقیقت کے جامع تھے۔ آپ کا شمار اکابر عارفین اور اہل وجد و تمکین میں ہوتا تھا۔ اے اللہ تو ہمیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے ان بزرگوں کا فیض عطا فرما۔

قطب نورالدین ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقاومرشد، قطب الوجود، شہود کی آنکھ کی پتلی، غوث کامل، فرید دہر، سیدی تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کی بارگاہ تک پہنچانے والے اکابر اولیاء اللہ میں سے تھے۔ اے اللہ ہمیں ان کا فیض عطا فرما بجاہ النبی الامین وصلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سیدی شیخ تاج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقاومرشد، امام اہل عرفان، مریدین کو احسان کے اعلیٰ درجات تک پہنچانے والے، قطب سیدی شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ترک کی زمین پر لی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر عارفین، واصلین، محققین اور جامعین شریعت وطریقت و حقیقت میں سے تھے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سیدی قطب شمس الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقاومرشد، قطب الوجود، غوث ہر موجود شیخ زین الدین قزوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علم وعمل وزہدوورع میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپ متقین کے امام اور عارفین کے علمبردار تھے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سیدی شیخ زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد، قطب اولیاء، غوث اصفیاء، سیدی شیخ ابراہیم بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سیدی ابراہیم بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت کی تلقین اپنے آقا و مرشد، قطب ابوالقاسم بن مروان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یقین میں اہل تمکین و رسوخ کے مرتبے میں فائز تھے۔ ایسے غوث تھے جو شریعت، طریقت و حقیقت کے جامع تھے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سیدی شیخ ابوالقاسم بن مروان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت کی تلقین اپنے آقا و مرشد شیخ ابو محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ بھی اپنے زمانے کے قطب، بڑے عارف، محقق صادق اور جامع شریعت و طریقت و حقیقت تھے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

سیدی شیخ ابو محمد سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت اپنے آقا و مرشد ابو محمد فتح السعود سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطب، وارث اور اکابر سلف و صالحین اور تابعین کے شاگردوں میں سے تھے۔ اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

شیخ ابو محمد فتح السعود سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریقت و حقیقت کی تلقین اپنے آقا و مرشد، قطب، شیخ سیدی سعید غزوانی سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لی تھی۔ آپ بھی اکابر اولیاء میں سے تھے۔ اور اپنے مرشد، ابو محمد جابر تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اسرار کے وارث اور قطب

تھے۔اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کا فیض عطا فرما بجاہ نبیک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

شیخ سیدی ابو محمد جابر سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجیں مارتے سمندر کی طرح فیاض تھے۔اور انہوں نے قطبیت کبریٰ اور خلافت اخریٰ (روحانی خلافت) اس امت کے پہلے قطب، ظلمت کے چراغ، سید شباب اہل جنت، سبط رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، جگر گوشہ بتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لی تھی۔ اور انہیں اس طریقت و حقیقت کی تلقین اپنے والد ماجد شیر خدا سیدنا علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجھہ ورضی اللہ عنہ) سے ملی تھی۔اور انہیں سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور انہیں اللہ عزوجل سے۔

یہ سلسلۃ الذھب (یعنی سنہری سلسلہ) ہے کیونکہ اس میں اقطاب کا تسلسل ہے اور یہ اوتاد وانجاب سے معنعنۃ[1] (اوتاد وانجاب بھی اسے تسلسل کے ساتھ بیان کرتے رہے ہیں) ہے۔اے اللہ تو ہمیں اور ہمارے احباب کو ان بزرگوں کی لڑی میں پرودے اور ان کے طریقے پر سلوک کی توفیق دیدے، بجاہ نبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

اب ہم اپنے مقصد اور جس کو بیان کرنے کا وعدہ کیا تھا اسی طرف دوبارہ لوٹتے ہیں۔یعنی قطبیت کبریٰ دیگر سلاسل کے بجائے صرف شاذلیہ کے لیے کیوں مختص کی گئی ہے۔جان لو! اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے توفیق دے کہ یہ محفوظ راز، چھپا ہوا یکتا موتی ہم پر ظاہر ہوجائے۔بے شک وہ دیوان (دفتر یا آفس) جس میں اولیاء جمع ہوتے

---

(۱) معنعنۃ سے مراد ایسی سند ہے کہ جس میں ہر راوی اپنے سے پہلے والے راوی سے بلفظ "عن" مثلاً عن فلان عن فلان، روایت کرتا ہے۔

ہیں۔اولیاء سے مراد وہ رجال غیب ہیں جن کا تعلق اہل دائرہ اور عدد سے ہے۔اور یہ ہی تصرف کرنے والے اولیاء ہیں۔ان کی تعداد رسلان عظام علیہم السلام اور اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اوران صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے برابر ہوتی ہے جنہوں نے نبی کریم ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور وہ دیوان غار حری میں ہے، جہاں رسول اللہ ﷺ ابتداء میں عبادت فرمایا کرتے تھے۔ ان کے جمع ہونے کا وقت رات کی چھٹی ساعت ہے جوکہ نبی کریم ﷺ کی ولادت شریف کا وقت ہے۔اور اس امت محمدیہ کے پہلے قطب سیدنا امام حسن سبط رسول اللہ ﷺ وخاصۃ سبطہ المذکور وسلم ہیں۔

یہ دیوان حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے فرشتوں پر مشتمل تھا۔ اور وہ فرشتے امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ والسلام) کے اولیاء کے نائبین تھے۔ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کا راز بھی بیان کیا جائیگا۔اور وہ فرشتے ایسے ہی تصرف کیا کرتے تھے جیساکہ اس امت کے اولیاء کیا کرتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ سرکاردوعالم ﷺ بھی اسی لیے غار حراء میں قیام فرماتے تھے کہ فرشتے آپ ﷺ کے ساتھ ملاقات کرتے تھے کیونکہ یہ فرشتے آپ ﷺ کی امت کے اولیاء کے نائبین تھے۔اور یہ فرشتے عالم اجسام کے ظہور سے پہلے بھی یعنی عالم ارواح میں بھی حضور ﷺ سے مدد طلب کیا کرتے تھے۔ یہ دیوان فرشتوں ہی سے معمور رہا یہاں تک کہ خلافت حسی کی مدت یعنی تیس سال پورے

ہوئے جیسا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ کا فرمان ہے کہ "خلافت میرے بعد تیس سال تک رہے گی پھر بادشاہت ہو جائیگی"(۱)۔

چنانچہ خلافت کی مدت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھ ماہ کی خلافت پر ختم ہوگئی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام صحابہ کے اتفاق سے خلیفہ ہوئے تھے۔ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنا کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوگئے ہیں تو وہ لشکر لے کر مدینہ منورہ کی طرف نکل پڑے۔ اس موقع پر سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے بیعت کرلی۔ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسی ملکیت سے زہد اختیار فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عوض میں باطنی خلافت عطا فرمادی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کرنے سے مسلمانوں کا خون بہنے سے بچ گیا۔ کیونکہ سیدنا امام حسن جب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں داخل ہوتے تھے تو نبی کریم ﷺ سے سنتے تھے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس بیٹے کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہ کے مابین صلح کروادیگا(۲) (اوکما قال علیہ السلام)۔

---

(۱) الخلافة بعدي ثلاثون سنة ثمّ يكون ملكاً. ("سنن الترمذي")

(۲) سمعت أبا بكرة، يقول: رأيت رسول الله ﷺ على المنبر، والحسن بن علي إلى جنبه، وهو يقبل على الناس مرة وعليه أخرى، ويقول: «إن ابني هذا سيد، ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين». ("صحيح البخاري").

ترجمہ: حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر تشریف فرما دیکھا اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پہلو میں تھے۔ کبھی آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروادیگا"۔

خلافت معنوی سے مراد قطبیت کبریٰ اور غوثیت ہے۔ اولیاء امت محمدیہ میں سے اس دیوان میں سب سے پہلے داخل ہونے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے قطب ہیں اسی لیے آپ ہی پر سلسلہ کی انتہا ہوتی ہے۔ پہلے قطب کے حوالے سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب وہ دیوان میں داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت معنوی عطا فرمائی۔ اور وہ فرشتہ جو غوث کے مقام پر فائز تھا وہ مرتفع ہو گیا تو قطب اول نے اس کی جگہ لی۔ پھر قطب اول کے مریدین نے قطب اول سے سلسلہ لیا اور ان میں سے جو ولایت کے مقام کو پہنچا اسے دیوان میں داخل کیا گیا اور اسے مخصوص مقام پر بٹھایا گیا تو وہاں کا فرشتہ مرتفع ہو گیا۔ اسی طرح ہوتا رہا یہاں تک کہ اولیاءِ امتِ محمدیہ سے پورا دیوان بھر گیا۔

اللہ ہی کے لیے حمد ہے جس نے امت محمدیہ کو اولیاءِ محمدیہ عطا فرمائے۔ یہ ہے معنوی وراثت اور ربانی خلافت۔ اور امام ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے آباء و اجداد سے اسے کے وارث ہوئے ہیں۔ آباء واجداد سے مراد طریقت کے شیوخ ہیں۔ اور یہ قیامت تک انہیں کے ساتھ مختص ہے۔ اسی وجہ سے کوئی ولی دیوانِ اولیاء میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ شاذلی نہ ہو جائے اور غوثِ وقت سے شاذلی سلسلہ نہ لے۔ شاذلی سلسلہ لینے کے بعد ہی ولادت معنوی میں داخل ہوتا ہے اور پھر اپنے باپ کی وراثت میں تصرف کر سکتا ہے۔ اور کوئی شخص کسی قوم کے گھر میں کیسے داخل ہو سکتا ہے جب کہ وہ ان میں سے نہ ہو یا کسی کے اسرار کیسے لے سکتا ہے جبکہ وہ ان کی اولاد میں سے نہ ہو۔ صلبی اولاد میں یہ وراثت شرط نہیں ہے بلکہ یہ تو روحانی اولاد میں شرط ہے۔ ہاں البتہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو وارث ہوتا ہے ہے وہ معنوی اولاد ہونے

کے ساتھ ساتھ حسی اولاد بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس سلسلہ مبارکہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی لیے اس سلسلہ کو اشراف یعنی سادات کی طریقت بھی کہا جاتا ہے یعنی سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طریقت یا سلسلہ۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد میں ولادتِ حسی ہونا ضروری ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی وراثت میں نبوت ورسالت چھوڑتے ہیں۔ جبکہ ولایت کے لیے ولادت معنوی ہی شرط ہے تاکہ وہ علوم لدنیہ، اسرار جبروتیہ اور معارف ربانیہ لے سکے تاکہ یہ سلسلہ قیامت تک منقطع نہ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان مبارک **"علماء انبیاء کے وارث ہیں"**[1] سے یہ ہی مراد ہے۔

---

(۱) عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رضي الله تعالى عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ الله صلى الله تعالى عليه وسلم يَقُوْلُ: «من سلك طريقًا يطلبُ فيه علمًا، سلك اللهُ به طريقًا من طرقِ الجنةِ، وإنَّ الملائكةَ لتضعُ أجنحتَها رضًا لطالبِ العِلمِ، وإنَّ العالِمَ ليستغفرُ له من في السماواتِ ومن في الأرضِ، والحيتانُ في جوفِ الماءِ، وإنَّ فضلَ العالمِ على العابدِ كفضلِ القمرِ ليلةَ البدرِ على سائرِ الكواكبِ، وإنَّ العلماءَ ورثةُ الأنبياءِ، وإنَّ الأنبياءَ لم يُورِّثُوا دينارًا ولا درهمًا، ورَّثُوا العِلمَ فمن أخذَه أخذ بحظٍّ وافرٍ». (أبو داود)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "جو آدمی طلبِ علم میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے راستے پر چلا دیتا ہے۔ بیشک فرشتے طالبِ علم کی رضا کے لیے اس کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ عالم کیلیے زمین و آسمان کی ہر چیز یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں۔ عابد پر عالم کی فضیلت ایسے ہی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے۔ بے شک علماء، انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ انبیاء کرام نے وارثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑے بلکہ انہوں نے اپنی میراثِ علم چھوڑی۔ پس جس نے اس کو حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ پالیا"۔

عنقریب میں اس رسالے کو فوائد عجیبہ اور اسرار غریبہ کے ساتھ ختم کرونگا۔
وہ یہ کہ وہ دیوان جس میں فرشتے سیدنا آدم علیہ السلام سے سیدنا رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک اور پھر آپ سے سیدنا حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے تک، جمع ہوتے تھے، اس میں صرف فرشتے ہی کیوں جمع ہوتے تھے پچھلی امتوں کے اولیاء کیوں جمع نہیں ہوتے تھے؟
جواب اس کا یہ ہے کہ اس دیوان میں امت محمدیہ کا جمع ہونا صرف اسی امت کے ساتھ خاص ہے۔ گزشتہ امتوں میں سے کسی کو یہ شرف نہیں ملا۔ ہمیں اللہ نے کشف اور علم الٰہی عطا فرمایا کہ گزشتہ امتوں کے اولیاء کی ولایت ان کی موت کے ساتھ یا ان کے انبیاء کے وصال کے ساتھ ختم ہو جاتی تھی۔ جبکہ اس امت کے اولیاء کی ولایت قیامت تک منقطع نہ ہوگی کیونکہ ان کی شریعت بھی قیامت تک باقی ہے۔ جیسے ان کی شریعت کے لیے کوئی انقطاع نہیں اسی طرح ان کی ولایت کے لیے بھی کوئی انقطاع نہیں۔
پھر نبی کریم ﷺ کی شریعت تمام شرائع کی ناسخ اور آپ کی کتاب تمام کتب کے احکام کی ناسخ ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾[1]: "بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کتب کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ﴿إِنَّآ أَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ﴾[2] "بے شک ہم نے تورات نازل

---

(۱) سورہ الحجر: آیت ۹۔
(۲) سورۃ المائدۃ: آیت ۴۴۔

کی جس میں نوراور ہدایت ہے، اسی کے ذریعے فرمانبردار انبیاء یہودیوں کو حکم دیتے رہے۔ اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ ان سے کتاب خدا کی حفاظت طلب کی گئی تھی اور وہ اس پر گواہ تھے"۔ بڑا فرق ہے کہ ایک چیز کی حفاظت کا ذمہ اللہ لے اور ایک دوسری چیز کی حفاظت کا ذمہ کسی اور پر ہو۔ اسی لیے یہ شریعت مطہرہ بہت وقت گزر جانے کے باوجود زیادتی، نقصان، تبدیلی اور تغییر سے محفوظ ہے۔ اور اس شریعت کے پیروکار کو اللہ تعالیٰ نے وہ اسرار، انواراور معارف عطا فرمائے ہیں جو گزشتہ امتوں کے اولیاء کو نہیں عطا فرمائے۔

لہذا سرکار دو عالم ﷺ کی جانب سے آنے والے انوار جو اس امت کے اولیاء کی ذوات پر چلتے ہیں اور جو ان کے قلوب وارواح پر چھاتے ہیں، انہیں یہ ہی برداشت کر سکتے ہیں، گزشتہ امتوں میں سے کوئی برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتا۔ اور یہ سب نبی کریم ﷺ کی برکت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اولیاء کو کرامات اور خرقِ عادت عطا فرمائے مثلا پانی پر چلنا، زمین کو چند قدموں میں طے کرلینا، ہوا میں اڑنا، مادر زاد گونگے بہرے اور برص والے کا درست کرنا، مردوں کو زندہ کرنا۔ لیکن یہ معنوی طور پر ولی کے لیے ہیں اور حسی طور پر نبی کے لیے ہیں۔ جمادات سے کلام کرنا، غیب کی بعض باتوں پر اطلاع پالینا، معرفتِ عواقب، کونین کے احوال سے متعلق علوم کی معرفت، ثقلین کے احوال سے متعلق علوم کی معرفت، انبیاء علیہم السلام کی شرائع اور ان کی امتوں کے ساتھ پیش آنے والے معاملات جیسے خسف ومسخ اور کس دن، کس وقت اور کس زمین پر ان کے ساتھ یہ ہوا۔

اللہ تعالیٰ انہیں جمادات، نباتات اور زمین میں ودیعت کردہ اشیاء کی معرفت دیتا ہے۔ ہر زمین اور اس کی مخلوق کی معرفت، ہر آسمان اور اس کے باسیوں مثل انبیاء

وملائکہ کی معرفت، جنت اور اس کے درجات کی ترتیب کی معرفت، جہنم اور اس کے درکات، اور عذاب کے اعتبار سے ہر درکات کے اہل کے فرق کی معرفت جو کسی اور کو نہ دی گئی۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس امت کے اولیاء کے لیے جنات، انسان، شیاطین، ہوا اور فرشتے مسخر فرمادیئے مگر یہ غیبی معاملات ہیں، ان پر پردہ پڑا ہوا ہے اور مخلوق پر ظاہر نہیں کئے جاتے، کہیں مخلوق رب کو بھول کر ان اولیاء کے پیچھے نہ لگ جائیں کہ جن کے ہاتھوں سے یہ کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ کیونکہ اس طرح مخلوق فتنے میں پڑ جاتی۔

اہل تصرف کو یہ فضل عظیم اور خیرِ جسیم نبی کریم ﷺ کی برکت سے ملتا ہے کیونکہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور بنی اسرائیل کے انبیاء اس معاملے میں نبی کریم ﷺ کے نائب ہیں۔ اور اس امت کے اولیاء بھی اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے نائب ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا مقصود مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف لوٹانا ہے، اسی لیے آپ ﷺ ان کی حسی و معنوی امداد کے لیے واسطہ ہیں۔

ان اسرار میں سے ایک سِر یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دین کو دیگر تمام ادیان پر ہر طرح غالب کیا ہے۔ اور یہ دین اپنے دلائل کی مضبوطی اور زمین پر اس کے پیروکاروں کی کثرت کی وجہ سے تمام ادیان کا ناسخ ہے حتیٰ دیگر ادیان اس کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت اور نور باطنی کو کھول دیا وہ دیکھ سکتا ہے کہ روئے زمین کے آباد اور غیر آباد علاقوں میں صرف دین محمدی ہی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت و تقدیس کی جاتی ہے۔ اور زمین انہیں سردارانِ کرام سے آباد ہے خواہ وہ اسلامی علاقے ہوں یا

کفار کے علاقے۔ اِسی امت محمدیہ کے لوگ غاروں میں، پہاڑوں میں، خشکی وتری میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگے ہیں۔ جبکہ دیگر ادیان کو یہ خوبی حاصل نہیں ہے، یہ صرف اسی دین کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو مرتے دم تک اس دین پر ثبات قدمی عطا فرمائے۔

اس دین میں ایک ایسا نور ہے جو اس عزت والی امت کو مرتد ہونے اور کفر کی طرف لوٹنے سے روکتا ہے۔ کیونکہ قرآن عظیم میں ایسا نور ہے جو اس امت پر اُن ظلمتوں کے ابواب کو بند کر دیتا ہے کہ جس سے ارتداد واقع ہوتا ہے اور ان پر ایسے نور کے دروازے کھولتا ہے جس سے ان کے یقین میں اضافہ اور ان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ اور اس کا سبب قرآن عظیم کے نور کی پیروی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے اس امت کے قلوب پر ایسے انوار فائز ہوتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ انہیں ایمان پر ثبات قدمی عطا فرماتا ہے، اور ان کی ارواح کو خوشبودار اور ان کے ذوات کو مزین فرماتا ہے۔ چنانچہ ان کے اعضاء عبادت پر اور ارواح محبت پر برانگیختہ ہوجاتی ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی ذات مبارک کے انوار چاروں موسموں میں چلتے ہیں یعنی سردی، بہار، گرمی اور خزاں میں۔ جب سردی میں آپ کی ذات کے انوار چلتے ہیں تو اس نور کی برکت سے زمین میں تمام نباتات اگتی ہیں۔ اور بہار میں یہ انوار چلتے ہیں تو نباتات اور اشجار میں نفع خاص اور سرِ عام حاصل ہوتا ہے۔

چنانچہ پھل غلاف سے اور گودا پھولوں اور شاخوں سے نکلتا ہے۔ جب گرمی کا موسم آتا ہے تو بیجوں کو کھلنے اور پھلوں کو مٹھاس کی احتیاج ہوتی ہے تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے انوار چلتے ہیں، لہذا بیجوں کو پھٹنا اور پھلوں کو مٹھاس اور

پختگی حاصل ہوتی ہے۔ یہ نفع خاص ہے کیونکہ اشیاء سے نفع خاص کی موجودگی کے بغیر نفع عام حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اور جب موسم خزاں آتا ہے تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کے انوار درختوں پر چلتے ہیں جس سے ان کی پوری اصلاح ہوجاتی ہے اور نفع عام ہوجاتا ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو یہ سب نفع حاصل نہ ہوتا۔

اگر سوال کیا جائے کہ نفع عام اور نفع خاص سے کیا مراد ہے؟ میں جواباً کہوں گا کہ نفع عام سے مراد تمام اشیاء کا وجود نبی کریم ﷺ کے نور سے ہونا ہے۔ اور حضرت ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول "دو نعمتوں سے کوئی موجود خالی نہیں ہے، نعمت ایجاد اور نعمت امداد" سے یہ ہی مراد ہے۔ اور یہ ہی نفع عام ہے اس اعتبار سے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا فرمایا وہ سب آپ ﷺ کے نور سے ہے۔ یہ ایجاد کے اعتبار سے ہے۔ اور جہاں تک من حیث امداد کا تعلق ہے تو تمام مخلوقات نبی کریم ﷺ ہی کے نور سے فیض طلب کرتی ہیں۔ اگر آپ ﷺ کا یہ نور نہ ہوتا کہ جس سے ہر موجود استمداد کرتا ہے اور تمام مکونات معتدل رہتی ہیں، تو کسی چیز کو کوئی نفع حاصل نہ ہوتا۔

یہ وہ راز ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے ہر موجود کو باقی رکھا ہے۔ مگر اس راز کو مخلوقات پر تقسیم کردیا ہے اور یہ تین سو چھیاسٹھ راز ہیں۔ کچھ حیوانات میں ظاہر ہیں اور کچھ جمادات میں اور اسی طرح دیگر مخلوقات میں۔ یہ راز جب زمین پر ظاہر ہوا تو وہ مستقل ہوگئی، بادل پر ظاہر ہوا تو وہ برسا، پہاڑوں پر ظاہر ہوا تو اپنی جگہ جم گئے اور چشموں پر ظاہر ہوا تو وہ بہہ پڑے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو اَسرار ہیں، ایک سرِ ظہور اور دوسرا سرِ بطون۔

سرِ ظہور کی وجہ سے تمام مکوّنات کے ظواہر اور موجودات کے اسرار قائم ہیں۔
اگر یہ سِر نہ ہو تو تمام مخلوقات فنا ہو جائیں کیونکہ حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی ذات کو اپنے اور مخلوق کے مابین حجاب بنایا ہے۔ اسماء، صفات، افعال، احدیت، نعوتِ الوہیت، شئونِ ربوبیت پر حق تعالیٰ کی ذات کی تجلّی کے وقت یہ سِر تمام مخلوقات کو ڈھاپنے ہوئے ہے ورنہ تمام مخلوق فناء و زائل ہو جائیں۔ یہ معاملات سِرِ ظہور کے اعتبار سے ہے۔

اور جہاں تک سِرِ بطون کا تعلق ہے اس اعتبار سے آپ ﷺ انوار باطنیہ کا سبب اور انوار حقیقت کو اس کے اہل و معادن تک پہنچانے والے ہیں۔ پس عالم کے ہر ہر فرد تک یہ نور اس کی ذات کی علم و معرفت کی استطاعت اور برداشت کے مطابق پہنچتا ہے۔ اور یہ وہ سیرابی ہے کہ جس سے تمام موجودات کے اجزاء کو ان کی صورت اور تخلیق کی ابتداء کے وقت سیراب کیا جاتا ہے تاکہ ان کی ذوات تیار ہو سکے جیسے عرش، کرسی، لوح، قلم، برزخ، جنت اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قائم رہنے والی نعمتیں پیدا فرمائی ہیں۔

اے میرے بھائی! حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے جو کچھ میں تمھیں بتا رہا ہوں اسے دل کے کانوں سے سنو تاکہ تمھیں نبی کریم ﷺ کی فضلیت اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا کردہ فضل جسیم اور فیض عظیم کا اندازہ ہو اور اس فضل میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی شریک نہیں، نہ انبیاء و مرسلین اور نہ ملائکہ مقربین۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال عرض کیا کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے کس چیز کو تخلیق فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے جابر! وہ تیرے نبی محمد ﷺ کا نور ہے۔ پھر اس نور میں ہر طرح کی بھلائی و خیر پیدا فرمائی۔ پھر اس کے بعد ہر چیز پیدا فرمائی۔ اللہ

رب العزت نے اس نور کو پیدا کرنے کے بعد اپنے سامنے مقامِ قرب میں بارہ ہزار سال قائم رکھا۔ پھر اس نور کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے عرش، ایک حصے سے کرسی، ایک حصے سے حاملینِ عرش اور خازنینِ کرسی پیدا فرمائے۔ اور نور کے چوتھے حصہ کو مقام حب میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس کے چار حصے کئے۔ ایک حصہ سے قلم، ایک سے لوح، ایک سے جنت تخلیق فرمائی۔ پھر چوتھے حصہ کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس کے چار حصے فرمائے۔ ایک حصے سے ملائکہ، ایک سے شمس اور ایک سے قمر و کواکب پیدا فرمائے۔ پھر چوتھے حصہ کو مقام رجاء (امید) میں بارہ ہزار سال رکھا۔

پھر اس کے چار حصے کئے۔ ایک حصے سے عقل، ایک سے حلم و علم، ایک سے عصمت و توفیق تخلیق فرمائی۔ اور چوتھے حصے کو مقام حیاء میں بارہ ہزار سال رکھا۔ پھر اس حصے پر اللہ تعالیٰ نے نظر فرمائی تو اس نور سے پسینہ بہنے لگا۔ اور اس نور سے ایک لاکھ چوبیس ہزار نور کے قطرات ظاہر ہوئے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان قطرات سے انبیاء و رسل علیہم السلام کی ارواح پیدا فرمائیں۔ پھر ان ارواح نے سانس لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سانسوں سے قیامت تک آنے والے اولیاء، شہداء، سعداء اور فرمانبردار مؤمنین کے نور کو پیدا فرمایا۔ پس عرش و کرسی میرے نور سے ہیں، کروبیین (ملائکہ مقربین) میرے نور سے ہیں، ملائکہ روحانیین میرے نور سے ہیں، ساتوں آسمانوں کے فرشتے میرے نور ہیں، جنت اور جنت کی سب نعمتیں، شمس و قمر و کواکب سب میرے نور سے ہیں۔ عقل، علم اور

توفیق میرے نور سے ہیں۔ انبیاء ورسل کی ارواح میرے نور سے ہیں۔ شہداء اور صالحین بھی میرے نور کے نتائج ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بارہ ہزار حجابات پیدا فرمائے اور پھر اللہ نے میرے نور یعنی چوتھے حصے کو ہر حجاب میں ایک ہزار سال رکھا۔ یہ ہی مقاماتِ عبودیت ہیں۔ یہ کرامت، سعادت، ہیبت، رحمت، رأفت، علم، حلم، وقار، سکینہ، صبر، صدق اور یقین کے حجاب ہیں۔ پھر میرے اس نور نے ہر حجاب میں اللہ تعالیٰ کی ایک ہزار سال عبادت کی۔ جب یہ نوران حجابات سے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر سوار فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ اس نور سے زمین کے مشرق ومغرب کو ایسا روشن کرتا تھا کہ جیسے اندھیری رات میں سورج روشنی کر دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے زمین سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی پیشانی میں ودیعت کر دیا۔ پھر وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہو گیا۔

پھر وہ نور پاک سے ستھرے کی طرف اور ستھرے سے پاک کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا اور ان سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شکم اطہر میں آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے دنیا میں ظاہر فرمایا اور مجھے تمام رسولوں کا سردار، تمام انبیاء کا آخری، تمام عالمین کے لیے رحمت اور روشن پیشانی والوں کا قائد بنایا۔ اے جابر! اس طرح تمھارے نبی کی تخلیق کی ابتداء ہوئی تھی"[1]۔ (الحدیث)

---

(۱) مذکورہ حدیث کی عربی عبارت درج ذیل ہے۔

عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن أول شيء خلقه الله تعالى؟ فقال: «هو نور نبيك يا جابر؛ خلقه الله ثم خلق فيه كل خير وخلق بعده كل شيء، وحين خلقه أقامه قدامه من مقام القرب اثني عشر ألف

=

=
سنة، ثم جعله أربعة أقسام: فخلق العرش من قسم، والكرسي من قسم، وحملة العرش وخزنة الكرسي من قسم.

وأقام القسم الرابع في مقام الحب اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أقسام: فخلق القلم من قسم، واللوح من قسم، والجنة من قسم، وأقام القسم الرابع في مقام الخوف اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أجزاء: فخلق الملائكة من جزء، والشمس من جزء، القمر والكواكب من جزء.

وأقام الجزء الرابع في مقام الرجاء اثني عشر ألف سنة، ثم جعله أربعة أجزاء: فخلق العقل من جزء، والعلم والحكمة من جزء، والعصمة والتوفيق من جزء.

وأقام الجزء الرابع في مقام الحياء اثني عشر ألف سنة، ثم نظر الله ﷻ إليه، فترشح النور عرقاً، فقطر منه مائة ألف أربعة وعشرون ألف قطرة من النور، فخلق الله من كل قطرة روح نبي أو روح رسول، ثم تنفست أرواح الأنبياء، فخلق الله من أنفاسهم الأولياء والشهداء والسعداء والمطيعين إلى يوم القيامة، فالعرش والكرسي من نوري، والكروبيون من نوري، والروحانيون والملائكة من نوري، والجنة وما فيها من النعيم من نوري، وملائكة السموات السبع من نوري، والشمس والقمر والكواكب من نوري، والعقل والتوفيق من نوري، وأرواح الرسل والأنبياء من نوري، والشهداء والسعداء والصالحون من نتاج نوري.

ثم خلق الله اثني عشر ألف حجاب فأقام الله نوري، وهو الجزء الرابع في كل حجاب ألف سنة، وهي مقامات العبودية والسكينة والصبر والصدق واليقين، فغمس الله ذلك النور في كل حجاب ألف سنة، فلما أخرج الله النور من الحجب ركبه الله في الأرض، فكان يضيء منها ما بين المشرق والمغرب كالسراج في الليل المظلم.

ثم خلق الله آدم من الأرض فركب فيه النور في جبينه، ثم انتقل منه إلى شيث، وكان ينتقل من طاهر إلى طيب، ومن طيب إلى طاهر إلى أن أوصله الله صلب عبد الله بن عبد المطلب، ومنه إلى رحم أمي آمنة بنت وهب، ثم
=

اس پوری حدیث کو امام کازرونی نے اپنی "سیرت" میں مکمل بیان کیا ہے۔
اور ابن قطان کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "میں آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے بصورتِ نور اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا"[۱]۔
"تشریفات" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ "ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبریل تمھاری عمر کتنی ہے۔ انھوں نے عرض کی کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا مگر یہ بات ہے کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ستر ہزار سال بعد ظاہر ہوتا تھا اور میں اس ستارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھ چکا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے رب کی عزت کی قسم! اے جبریل وہ ستارہ میں ہی ہوں"[۲]۔
میں کہتا ہوں یہ حدیث اور اسی طرح کی دیگر احادیث اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے محال نہیں ہیں[۳]۔ گزشتہ گفتگو سے ظاہر ہو گیا کہ بے شک نبی کریم ﷺ

=
أخرجني إلى الدنيا فجعلني سيد المرسلين، وخاتم النبيين، ورحمة للعلمين، وقائد الغر المحجلين .هكذاكان بدء خلق نبيك يا جابر».

(۱) اس حدیث مبارکہ کے عربی متن درج ذیل ہے:
«كنت نوراً بين يدى ربي قبل خلق آدم بأربعة عشر ألف عام».

(۲) اس روایت کے عربی متن درج ذیل ہے:
عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله ﷺ سأل جبريل فقال: «يا جبريل كم عمرت من السنين؟» فقال يا رسول الله لست أعلم، غير أن في الحجاب الرابع نجما يطلع في كل سبعين ألف سنة مرة، رأيته اثنين وسبعين ألف مرة فقال: «يا جبريل وعزة ربي جل جلاله أنا ذلك الكوكب».

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث نور کی سند کے حوالے سے وہابیہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے مگر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مختصر لفظوں میں وضاحت کردی کہ اللہ تعالیٰ کی
=

کل عالم ہیں۔ اور عالم کا ہر جزء اپنی ایجاد، جزئیت، بعضیت، اپنے امتیاز اور انفراد کے اعتبار سے آپ ﷺ کا مظہر ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا نور ہی عقل ہے جو عالم کی اصل ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ تمام اسرار خواہ شرعی ہوں یا حقیقی یا عرفی سب آپ ﷺ سے مشتق ہیں اور نور محمدی ہی سے ظاہر ہوئے ہیں۔

اے بھائی! تم پر عقلا و نقلا روشن ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ ہی اصل عالم اور معبود واحد کی تجلی کا مظہر ہیں۔ اس سے آگے بیان کرنے سے میری زبان رک گئی ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مغفرت طلب کرتا ہوں اپنی طولِ لسان سے اور ایسے معاملے میں تطفّل کرنے سے جو میرے لائق نہیں۔ اور میں نے ایسے معانی بیان کیے جس کا میں اہل نہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جو میری غلطی اور

=

قدرت کے لیے یہ محال نہیں ہے۔ اور امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"باجماع علماء در بارۂ فضائل صحت مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف ربانی سید عبد الغنی نابلسی (قدس سرہ القدسی) نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی۔ علاوہ بریں یہ معنیٰ قدیماً وحدیثاً تصانیف وکلمات ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور وملقّی بالقبول رہنے پر خود صحت حدیث کی دلیل کافی ہے۔ فإن الحديث يتقوى بتلقي الأئمة بالقبول كما أشار إليه الإمام الترمذي في "جامعه" وصرّح به علماؤنا في الأصول. ترجمہ: "اس لیے کہ حدیث علماء کی طرف سے تلقی بالقبول پا کر قوی ہو جاتی ہے جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی "جامع" میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ہمارے علماء نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ (رسالہ "صلاۃ الصفا فی نور المصطفیٰ" ص۶۶۱، "فتاوی رضویہ" جلد ۳۰)

نسیان پر پردہ ڈالے کہ میں اس لائق نہیں جو میں نے بیان کیا۔ میں اپنے قصور، تقصیر کا اعتراف کرتا ہوں اور میں معذرت کرتا ہوں ہمارے بھائیوں، اہل طریقت شاذلیہ اور دیگر طریقت والوں سے کہ میں نے اس رسالے کا نام "الفیوضات الربانیہ فی تفضیل الطریقۃ الشاذلیۃ "یعنی شاذلی سلسلہ کی افضلیت رکھا۔

لیکن اس سے میری مراد ہرگز بھی یہ نہیں ہے کہ شاذلی طریقت دیگر تمام طریقوں سے افضل ہے۔ بلکہ میری مراد یہ تھی بعض سلاسل نے بہت ہی شدت کی ہے اور بعض نے بہت ہی زیادہ رخصت دی ہے اور شاذلی سلسلہ میں امام ابوالحسن علی شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درمیانی راستہ اختیار فرمایا ہے۔ اور اس کی بنیاد ذکر و مذاکرہ، سر تسلیم خم کرنے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں اخلاص پر ہے۔ اور یہ ہی صحابہ کرام کا مذہب اور آسان سنت ہے کہ جس میں نہ کوئی تھکن ہے اور نہ ہی کسی قسم کی رہبانیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو حکم دیا تھا کہ جنہوں نے ارادہ کیا تھا کہ وہ دن بھر روزہ رکھیں گے، رات بھر قیام کریں گے اور بیویوں کے پاس نہ جائیں گے، کہ وہ بیویوں کے پاس بھی جائیں اور فرمایا کہ میں روزہ (نفلی) رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات میں قیام بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ پس جو میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہیں۔ یہ ہی وہ آسان سنت اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی شدت ہے۔

یہ ہی شاذلیہ سلسلہ کی دیگر سلاسل پر فضیلت ہے۔ یہ ہی بات شاذلی طریقت کے بارے میں اکثر علماء راسخین اور اولیاء عارفین نے اپنی تالیفات میں بیان فرمائی ہے جیسا کہ شیخ بنانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام شاذلی کے حزب الکبیر کے حوالے سے فرمایا کہ

"فصل: یہ شاذلی طریقت جن میں اللہ تعالیٰ نے اہل صفا، اخیار، نجباء اور ابدال پیدا فرمائے، ان کے لیے اللہ کی طرف سے بھلائی نے سبقت کی، اور انہیں اپنا کلمہ لازم کردیا، اور مجاہدے کی صداقت والوں میں سے انہیں چن لیا پس انہیں درایت کے علوم حاصل ہوئے، ان کے معاملات خدا کی بارگاہ میں خالص ہوئے تو علوم وراثت عطا کیے گئے، ان کے اسرار صاف ہوئے تو صدق فراست کے ساتھ تکریم کیے گئے۔ پس انہوں نے اللہ ہی کی جانب سے سمجھا اور اللہ ہی کی طرف چلے اور اللہ کے سوا ہر ایک سے اعراض کیا۔ ان کے انوار نے حجابات پھاڑ دیئے، عرش کے گرد ان کے اسرار گھومنے لگے، عرش کے مالک کے یہاں ان کے لیے بارش برسنے لگی، عرش کے والی کے سوا سب سے ان کی نگاہیں اندھی ہوگئیں، ان کے جسم روحانی ہیں، زمین میں آسمانی ہیں، مخلوق کے ساتھ ربانی ہیں، غیب کے نظارے ان کی چادروں کے نیچے حاضر ہیں۔

یہ مختلف قبائل والے، اصحاب فضیلت، دلائل کے انوار والے ہیں۔ ان کے کان سننے والے، ان کے اسرار صفا والے، ان کی صفات خشوع والی، ان کا اول دوسرے کو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور سابق بعد والے اللہ کی طرف لے جاتا ہے، اور وہ بندوں کو اللہ کی بارگاہ میں جمع کرتا ہے۔ وہ اپنے علوم کی ربانی زبانوں سے قاصدین کو فتویٰ دیتے ہیں اور سالکین اور مجذوبین ان کے جبروتی اسرار سے ہدایت پاتے ہیں"۔

اور یہاں تک فرمایا کہ "جان لو! شاذلی طریقت کھیلنے والوں کے ہاتھوں سے محفوظ ہے، یہ لوگ جاہل کو تعلیم دیتے ہیں، منقطع عن اللہ اور واصل باللہ میں تمیز کرواتے ہیں، اصل سلوک سکھاتے ہیں، اور طلبگاروں کو معلومات نہ ہو تو انہیں ان کے مذاہب پر پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت انہیں نہیں روکتی

اگرچہ وہ عالم ہو۔ اس طائفہ کے علوم میں کسی کی شراکت نہیں ہے جیسے علم، عقل اور نقل مفہوم۔ یہ ان میں ذوق وفیض ووجدان کے ذریعے فرق کرتے ہیں"۔

اللہ ہی کے لیے حمد ہے پہلے بھی، آخر میں بھی، ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی۔ اور میں اس کا شکرادا کرتا ہوں اس شخص کے شکر جیساکہ جسے وجود میں بادشاہ معبود کے سوا کچھ نہیں نظر آتا، کہ اس نے ہم پر اس رسالے کی تکمیل کا فضل فرمایا اور مجھے اس طریقت کی خدمت پر قائم فرمایا اور مجھے اپنی جناب کے گرد گھومنے والوں میں کیا اور مجھے اور احباب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دی اور دعا گو ہوں وہ اسے اپنی ذات کے لیے خالص کرلے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم۔

افقر العبید محمد بن محمد بن مسعود بن عبدالرحمٰن ابن عقبۃ مدغری الحاجی قبیلۃ الفاسی الشاذلی طریقۃ المدنی خرقۃ وارادۃ کے ہاتھوں یہ رسالہ خیر کے ساتھ انتہا کو پہنچا۔ آخری کتابت ہفتہ مبارک زوال سے پہلے، اللہ کے مہینے صفر خیر کی گیارہ تاریخ کو مکہ مشرفہ میں ١٢٧٨ ہجری کو ہوئی۔ اللہ ہی کے لیے عزت وشرف ہے۔ اور درود ہو نبی کریم اور آپ کی آل پر اور سلام، عظمت، کرم اور بلندی ہو۔ آمین

تمت

عظیم الشان علمی و روحانی

ہفتہ وار اجتماع

ہر جمعرات بعد نماز عشاء فوراً

پیکر علم و عمل عالمی مبلغ اسلام شیخ المشائخ استاذ الاساتذہ فقیہ العصر

خصوصی خطاب: ڈاکٹر مفتی **ابوبکر صدیق الشاذلی**

درس قرآن، ختم حزب البحر، ذکر شاذلی و اجتماعی دعا

پریشانیوں بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ذکر شاذلی و ختم حزب البحر میں پابندی وقت کے ساتھ خود بھی شامل ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی دعوت دیں۔

بعد اجتماع روحانی علاج کا سلسلہ بھی ہوتا ہے

LIVE ON : YOUTUBE.COM/ABUBAKERSIDDIQASHSHAZLI

جامع مسجد یاسین آباد گلشن شمیم

نزد شیل پیٹرول پمپ فیڈرل بی ایریا کراچی

0342 8003288, 0333 2212422